عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۵ | ۲۶ ربیع الاول تا ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۵ تا ۲۱ جنوری ۲۰۱۵ء | شمارہ:۳

آخرت کے باغی راہی!

نظریۂ پاکستان اور آئین پاکستان سے بغاوت کیوں؟

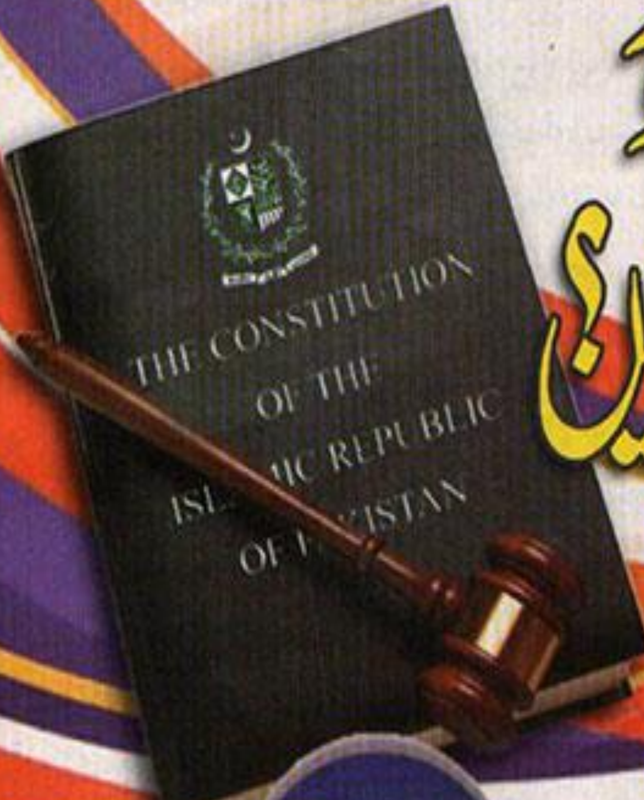

یورپ کی اسلام دشمنی

انتہا پسند کون؟

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

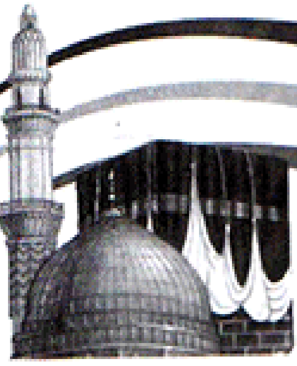

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

کوئی جانور گر جائے تو ٹنکی صاف کرنے کا طریقہ

س:...... ہماری اوپر والی پانی کی ٹنکی میں دو گلہریاں گر کر مرگئی ہیں، لیکن پھولی اور پھٹی نہیں تو کیا ٹنکی کا سارا پانی نکال دیا جائے؟ کیا اس کی دیواروں کو بھی دھویا جائے گا؟ اور کتنے دن کی نمازوں کو لوٹانا ہوگا اور اس دوران اگر کپڑے دھوئے ہوں اس پانی سے تو کیا اُن کو بھی دوبارہ پاک کرنا ہوگا؟

ج:...... جی ہاں! ٹنکی کا سارا پانی نکال دیا جائے اور اس کی دیواروں کو بھی دھو کر پاک کیا جائے، کیونکہ یہ جانور پھولے پھٹے نہیں تھے، اس لئے علم ہو جانے کے بعد سے ایک دن رات کی نمازوں (پانچ نمازوں) کو لوٹا لیا جائے۔ اس پانی سے اگر کپڑے بھی دھوئے تھے تو ان کو بھی دوبارہ پاک کرنا ہوگا۔

سردیوں میں وضو

س:...... سردی کے دنوں میں وضو کس طرح کرنا چاہئے کیونکہ اعضائے وضو بہت خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر خشکی کی تہہ جم جاتی ہے، اگر پانی بہایا جائے تو جلد صحیح طرح سے تر نہیں ہوتی تو اس صورت میں وضو کیسے کیا جائے؟

ج:...... وضو تو اچھی طرح ہی کرنا ہوگا تاکہ کوئی عضو ذرا سا بھی خشک نہ رہ جائے۔ اس لئے خشکی کو دور کرنے کے لئے تیل یا ویسلین وغیرہ استعمال کی جائے اور گرم پانی سے وضو کرلیا جائے۔ ہاں اگر معمولی خشکی ہو تو اعضاء وضو کو اچھی طرح مل کر دھونا بھی کافی ہے۔

دانتوں سے خون آنے کی صورت میں وضو

س:...... اگر کسی کو دانتوں سے خون آنے کی بیماری ہو تو کیا بغیر کلی کے وضو درست ہوگا؟

ج:...... کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ دونوں وضو کی سنتیں ہیں، بغیر عذر کے ان کو چھوڑ دینے سے ترک سنت کا گناہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وضو بہرحال ہو جائے گا۔

گردن کا مسح

س:...... بعض لوگ گردن کا مسح اس طرح سے کرتے ہیں کہ وہ ہاتھ گلے پر بھی پھیر لیتے ہیں، کیا اس طرح مسح کرنا صحیح ہے؟

ج:...... صرف گردن کا مسح کرنا سنت سے ثابت ہے، اس لئے گلے کا مسح نہ کیا جائے بلکہ گلے کا مسح کرنے کو علماء کرام بدعت کہتے ہیں۔

''لما قال ابن النجيم: والثاني مسح الرقبة وهو بظهور اليدين وأما مسح الحلقوم فبدعة.''

(البحرالرائق ص:۲۸، ج:۲، کتاب الطہارات)

نابالغ بچوں کا بڑوں کی صف میں کھڑے ہونا

س:...... دیکھا جاتا ہے کہ مساجد میں سات آٹھ سال کا بچہ بڑوں کی صف میں کھڑا ہوتا ہے تو بڑے حضرات ان کو ڈانٹ کر پیچھے کر دیتے ہیں اور اس معاملہ میں بچوں کے ساتھ بہت ہی سختی سے پیش آتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ بچہ اگر بڑوں کے ساتھ صف میں شامل ہو جائے تو کیا نماز مکروہ یا فاسد ہو جائے گی؟

ج:...... بہتر یہ ہے کہ اگر ایک سے زیادہ بچے ہوں تو ان کی الگ صف بنائی جائے، لیکن اگر کوئی بچہ بڑوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، اس سے اُن کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ بچوں کو پیار سے سمجھا کر پیچھے صف بنانے کی ترغیب دینی چاہئے، اس طرح ڈانٹنا یا سختی سے پیش آنے پر بچے مسجد آنا اور نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۵ — ۲۶ ربیع الاول تا ۲ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جنوری ۲۰۱۶ء — شمارہ:۲

اس شمارے میں!

نظریہ پاکستان اور آئین سے بغاوت کیوں؟	۴	محمد اعجاز مصطفی
یورپ کی اسلام دشمنی کے اسباب	۹	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی
وادیٔ سوات کی حقیقی بہار!	۱۱	عبدالقدوس محمدی
وفات نبوی کے بعد صحابہ کرامؓ کی کیفیات	۱۳	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
انتہا پسند کون؟	۱۶	عبدالعزیز انجم
آخرت کے پانچ راہی!	۱۷	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مولانا شجاع آبادی کا تین روزہ تبلیغی دورہ	۲۳	مولانا محمد قاسم سیوطی
حاجی ریاض الحسن گنگوہی کی رحلت	۲۵	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مرزائیت اور عدالتی فیصلے (۲)	۲۶	مولانا شاہ عالم گورکھپوری

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35.Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

نظریۂ پاکستان اور آئینِ پاکستان سے بغاوت کیوں؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

گزشتہ چند عشروں سے ’’اسلامی جمہوریہ پاکستان‘‘ کے اربابِ اقتدار اور عدل وانصاف کی کرسی پر فائز بعض جج صاحبان کے بیانات اور ریمارکس اس طرح کے رپورٹ کئے گئے جن سے یوں معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ حضرات ملک پاکستان کے باشندے اور نمائندے نہیں، بلکہ کسی سیکولر ملک کے ترجمان وراہنما ہیں، جو اہالیانِ پاکستان سے مخاطب ہیں، قارئین بینات بھی ان بیانات سے مستفید ہوں:

۱:.....سپریم کورٹ کے جسٹس جناب سرمد جلال عثمانی صاحب نے سود کے خاتمہ کے متعلق دائر کی گئی درخواست کی سماعت کے وقت ریمارکس دیتے ہوئے فرمایا کہ:

’’جس نے سود نہیں لینا، وہ نہ لے اور جو سود لیتا ہے، اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی آخرت میں پوچھے گا، سپریم کورٹ سے باہر مدرسہ کھول کر لوگوں کو سود کی حرمت کا درس نہیں دیا جاسکتا۔‘‘

۲:.....اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر عزت مآب جناب صدر ممنون حسین صاحب نے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’ہاؤس بلڈنگ فنانس سے جو لوگ قرضہ لیتے اور اس پر سود دیتے ہیں، میں علماء سے گزارش کرتا ہوں کہ اس پر غور کریں، چونکہ مجبوری ہے اور کوئی اور راستہ نہیں ہے ان کے لئے، میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لئے سود کی ادائیگی کو جائز قرار دیا جائے، اس پر بحث کریں۔‘‘

۳:.....اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر اعظم جناب میاں محمد نواز شریف صاحب امریکی دورے سے واپسی پر ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’عوام کا مستقبل جمہوری اور لبرل پاکستان ہے۔‘‘

۴:.....اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر اعظم صاحب نے مسلم لیگ (ن) مناریٰ ونگ کے تحت ہندوؤں کے مذہبی تہوار دیوالی میں شریک ہوکر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے جہاں یہ فرمایا کہ: ’’میں سب کا وزیر اعظم ہوں، ظالم مسلمان ہے تو مظلوم ہندو کا ساتھ دوں گا۔‘‘ وہاں یہ بھی فرمایا کہ: ’’میں اپنے ہندو دوستوں سے گلہ کرتا تھا کہ مجھے بھی اپنی خوشیوں میں شریک کریں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہولی میں بھی بلائیں اور مجھ پر رنگ پھینکیں۔‘‘

قطع نظر اس کے کہ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس بارہ میں کیا ہدایات، تعلیمات اور تصریحات ہیں، جس آئین کا حلف اٹھاتے ہوئے یہ حضرات ان عہدوں پر متمکن ہوئے، یہاں صرف اس آئین کے چند حوالہ جات نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

آرٹیکل: ا کی دفعہ نمبر: ا میں لکھا ہے کہ: ’’مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگی، جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا، جسے بعد ازیں پاکستان کہا

جائے گا۔‘‘

اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ: ’’آئین میں پاکستان کو جمہوری ریاست قرار دیا گیا ہے۔ جمہوری ریاست میں کسی مخصوص جماعت، فرقے یا فرد کی بجائے اقتدار بحیثیت مجموعی عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ جمہوریت میں خواہ وہ معاشرتی ہو یا اقتصادی انسانی اداروں کا انتظام عوام خود اپنی بہتری کے لئے چلاتے ہیں۔ پاکستان کو نہ صرف آئین میں جمہوری ریاست قرار دیا گیا ہے، بلکہ اسے اسلامی جمہوریہ کا نام بھی دیا گیا ہے، اس اعتبار سے ریاست کا کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں بنایا جاسکتا۔ پاکستان چونکہ اسلامی جمہوری مملکت ہے، اس لئے اقتدار اعلیٰ خدائے بزرگ وبرتر کو حاصل ہے، اس اقتدار اعلیٰ کے تحت پاکستان کے عوام کو حکمرانی کا اختیار ایک مقدس امانت کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔ سورۃ النساء آیت:۵۸ میں اللہ تعالیٰ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا۔‘‘ ترجمہ: ’’بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو پہنچادیا کرو۔‘‘ آئین کے دیباچے میں بھی واضح الفاظ میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ حکمرانی کے اختیار کی یہ مقدس امانت عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے بروئے کار لائیں گے۔ اس اعتبار سے یہ ذمہ داری عوام کو سونپ دی گئی ہے کہ وہ اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں وہ ایسے نمائندوں کا انتخاب تو نہیں کررہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی گئی اقتدار کی امانت میں خیانت ہو۔ دوسرا فرض ان نمائندوں پر بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کی بجاآوری میں اس امانت کی حفاظت کریں جو ان کے سپرد کی گئی ہے۔ اس کا مطمع نظر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس اعلان کے مطابق ہے کہ پاکستان سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی۔‘‘ (آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان،۱۹۷۳ء، ص:۲۲، ط: منصور بک ہاؤس لاہور)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل:۲ میں لکھا ہے: ’’اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔‘‘

اور اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ: ’’اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کو مملکت کے سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہوگی اور اس کے لئے کوئی بھی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ تمام قوانین اسلام کے سانچے میں ڈھالے جائیں گے جو اسلامی قوانین سے متصادم ہوں گے، تاکہ صحیح معنوں میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا جاسکے۔ شریعت کورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل کو خصوصی طور پر یہ کام سونپا گیا ہے کہ وہ تمام قوانین کا جائزہ لے اور اگر کوئی قانون ان کی نظر میں اسلام کی تعلیمات سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اس کی تنسیخ کے لئے سفارش کی جائے، تاکہ پارلیمنٹ اس کی تنسیخ کے لئے قانون وضع کرے۔‘‘ (آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان،۱۹۷۳ء، ص:۲۲-۲۳، ط: منصور بک ہاؤس لاہور)

آرٹیکل:۳۱، دفعہ نمبر:۱ ہے کہ: ’’پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے، جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔‘‘ (آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان،۱۹۷۳ء، ص:۶۱، ط: منصور بک ہاؤس لاہور)

اور اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ: ’’اس تحتی دفعہ میں حکومت پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق بسر کرنے کے قابل بنائے اور انہیں ایسی سہولتیں میسر کرے، جن کی مدد سے وہ قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال سکیں اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ تمام نافذ العمل قوانین جو قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہیں، انہیں قرآن وسنت کے مطابق بناکر ان پر عمل درآمد بھی کرایا جائے، یہ عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق بسر کرنے کی ہر ممکنہ سعی کریں، تاکہ ایک مثالی معاشرہ وجود میں آسکے۔‘‘ (آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان،۱۹۷۳ء، ص:۶۱، ط: منصور بک ہاؤس لاہور)

آرٹیکل:۳۸ کی دفعہ ’’ و ‘‘ ہے کہ: ’’ربا کو جتنا جلد ممکن ہو (حکومت) ختم کرے گی۔‘‘ (ایضاً، ص:۷۲)

آئین پاکستان کے ان آرٹیکل اور دفعات کو بھی دیکھتے جائیے اور ان بیانات کو بھی پڑھتے جائیے تو ہر باشعور شخص یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ لگتا ہے کہ شاید نظریۂ پاکستان سے جان چھڑانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ نظریۂ پاکستان اور آئین پاکستان کو طاق نسیاں کی زینت بنایا جارہا ہے۔

کچھ عرصہ قبل یہ باتیں صرف ان خواتین وحضرات کی زبان پر ہوتی تھیں جن کو ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کے نام سے چڑ تھی، جو مغربی تہذیب کے دل دادہ تھے یا وہ نام نہاد اسکالر تھے جو مغربی تعلیم گاہوں کے تعلیم یافتہ اور مستشرقین اساتذہ کے تربیت یافتہ تھے اور آج حال یہ ہے کہ یہ بیانات ان معزز اور مقتدر شخصیات کی زبانوں سے ادا ہو رہے ہیں جن کے ہاتھوں میں ملک پاکستان کی زمام اقتدار ہے، کیا کہا جائے کہ دین اسلام کی تعلیمات کی کمی کی بنا پر یہ باتیں کہی جارہی ہیں یا کوئی خفیہ ایجنڈا ہے جس کی تکمیل کے لئے دھیرے دھیرے اس جانب سفر کیا جارہا ہے۔

جنرل ایوب خان کے زمانہ میں بھی ایسے نام نہاد اسکالروں کی وجہ سے اسلامی تعلیمات واحکام کا حلیہ بگاڑا گیا اور عائلی قوانین کے نام سے خلاف اسلام باتیں مسلمانوں پر مسلط کی گئیں، جن کا خمیازہ آج تک پاکستانی مسلمان بھگت رہے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ سود کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صریح طور پر نہ صرف یہ کہ حرام قرار دیا ہے، بلکہ سودی معاملہ برقرار رکھنے کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف بھی قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔'' (البقرۃ:۲۷۸-۲۷۹)

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا، پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے۔''

حضور اکرم ﷺ نے سود کی حرمت کے متعلق فرمایا:

۱:...''عن جابر رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: ''هم سواء۔'' رواه مسلم۔'' (مشکوٰۃ،ص:۲۴۴،ط:قدیمی)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ربا کھانے والے، کھلانے والے، (اس کا حساب کتاب) لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے، اور فرمایا کہ: یہ سب (سود کے گناہ میں) برابر ہیں۔''

۲:...''وعن عبد اللّٰه بن حنظلة غسيل الملائكة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية۔'' رواه أحمد والدارقطني، وروى البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عباسؓ وزاد: وقال: من نبت لحمه من السحت فالنار أولى به۔'' (مشکوٰۃ،ص:۲۴۵،ط:قدیمی)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ -جو غسیل الملائکہ ہیں- سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کا ایک درہم جسے آدمی جانتے بوجھتے کھاتا ہے چھتیس (۳۶) مرتبہ زنا کرنے کے برابر ہے..... اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے یہ جملہ زائد کیا ہے کہ: ''جس کا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو تو وہ آگ کے زیادہ لائق ہے۔''

۳:...''وعن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: الربا سبعون جزءً أيسرها أن الرجل أمه۔'' (مشکوٰۃ،ص:۲۴۶،ط:قدیمی)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کے ستر حصے ہیں، ان میں سب سے کم یہ ہے کہ جیسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔''

۴:...''وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: إن الربا وإن كثر فإن عاقبته تصير إلى قل، رواهما ابن ماجة والبيهقي في شعب الإيمان. وروى أحمد الأخير۔'' (مشکوٰۃ،ص:۲۴۶،ط:قدیمی)

ترجمہ:’’حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ربا اگر چہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہوجائے، اس کا انجام کمی (کی صورت میں ہی نکلتا) ہے۔‘‘

۵:....’’وعن أبی هريرة ؓ قال:قال رسول اللّٰه ﷺ:أتيت ليلة أسرى بی علی قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات ترى من خارج بطونهم فقلت:من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربا. رواه أحمد وابن ماجة۔‘‘

(مشکوٰۃ،ص:۲۴۶،ط:قدیمی)

ترجمہ:’’ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میرا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی مانند تھے جن میں سانپ تھے، جو پیٹ کے باہر سے ہی نظر آرہے تھے، میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ: یہ سود کھانے والے ہیں۔‘‘

۶:....’’وعن علی ؓ أنه سمع رسول اللّٰه ﷺ لعن آكل الربا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح. رواه النسائی۔‘‘

(مشکوٰۃ،ص:۲۴۶،ط:قدیمی)

ترجمہ:’’ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور صدقہ روکنے والے پر لعنت فرما رہے تھے اور نوحہ سے منع فرما رہے تھے۔‘‘

یہ دو آیات اور چند احادیث مبارکہ وہ ہیں جو نوک قلم پر آگئیں ہیں جن میں سود کھانے کی اتنا سخت وعیدات ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے کون مسلمان ایسا ہوگا جو پھر بھی سودی معاملہ کرے گا یا سود کی حلت کے متعلق لب کشائی کی جسارت کرے گا۔

جناب صدر! اجتہاد اور بحث کی گنجائش اور ضرورت تو ان معاملات میں ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی نص یا ہدایت موجود نہ ہو، جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے واضح ارشادات اور احکام موجود ہوں، وہاں کسی بحث وتمحیص اور غور وخوض کی چنداں ضرورت نہیں۔

جناب وزیر اعظم صاحب! یہ خطہ ارضی اس لئے حاصل کیا گیا تھا اور مسلم قوم سے وعدہ یہ کیا گیا تھا کہ یہاں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا اور اسلامی نظام کو اپنایا جائے گا اور یہ کہا گیا تھا کہ ان شاء اللہ! پاکستان میں اسلامی نظام کی برکات اور انوارات دیکھ کر نہ صرف یہ کہ عالم اسلام کا ہر ملک اس سے مستفیض ہوگا، بلکہ غیر مسلم ممالک کو اسلام کے قریب لانے اور ان کو مسلمان بنانے کے لئے یہ معاشرہ محرک ثابت ہوگا، اس لئے بجا طور پر کہا جاتا تھا کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے، پاکستان محض اسلام کی خاطر وجود میں آیا اور عوام کو یہ نعرہ دیا گیا:’’ پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللّٰہ۔‘‘

وزیر اعظم صاحب! جب پاکستان کی اساس اور بنیاد ہی اسلام پر ہے تو اسلام میں کسی ازم کی گنجائش نہیں، آج ہمارے ملک میں جو مشکلات درآئی ہیں، وہ ہرگز ہرگز اسلام کی پیدا کردہ نہیں، بلکہ حکمرانوں نے اسلامی نظام -جس کے نام پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا- کو پس پشت ڈال کر اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کو اپنانے کی بنا پر یہ مشکلات پیدا کی ہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ دور بدل گیا ہے اور جدید دور کے جدید تقاضے ہیں، اس لئے ہمیں نئے نظام اور نئے ازم کی ضرورت ہے تو ایسا آدمی بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہے، اس لئے کہ جدیدیت مادی چیزوں میں ہوتی ہے، معنوی چیزوں میں جدیدیت نہیں ہوتی، دنیوی ضروریات مثلاً: سواری، مکان، جنگی آلات وغیرہ ان میں تو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق جدت لائی جائے گی، لیکن اسلام، مذہب، اسلامی فکر، اسلامی احکام، اسلامی اقدار، حیا کرنا، سچ بولنا، وعدہ خلافی نہ کرنا اس طرح کے تمام اسلامی احکام ان میں کسی دور میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، جو حکم اسلام کا چودہ سو سال پہلے تھا آج بھی وہی ہوگا، جو اخلاقیات صدیوں سے چلی آرہی تھیں آج بھی انہیں اخلاقیات میں ترقی اور کامیابی ہوگی، اس لئے کہ یہ نظام اللہ تبارک وتعالیٰ -جو علیم وخبیر ہے- کا بنایا ہوا ہے، جو قیامت تک آنے والی نسلوں، ان کے امراض وعوارض، ان کی حاجات وضروریات کو جانتا ہے، اس کا علم گزشتہ اور آئندہ سب پر محیط ہے، اس کی قدرت کامل ومکمل ہے۔

ہمارے وزیراعظم صاحب نے یہ کہہ کر کہ ’’میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہولی میں بھی بلائیں اور مجھ پر رنگ پھینکیں‘‘ نہ اسلام کی پرواہ کی ہے، نہ ملک اور ملت کے نظریہ کی۔ ہوسکتا ہے کہ وزیراعظم صاحب نے رواداری کی بناء پر یہ باتیں ارشاد فرمائی ہوں، لیکن رواداری کی بھی کچھ حدود اور قیود ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ غیر قوموں کے افعال واعمال کو اپنانے کی ممانعت فرمائی ہے، چاہے ان کا تعلق عام عادات سے کیوں نہ ہو، چہ جائیکہ غیر مسلم اقوام کی مذہبی رسومات میں شمولیت اختیار کی جائے اور ان کو اپنانے کی تمنائیں کی جائیں۔

جناب وزیراعظم صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ ہندوؤں میں جا کر اسلامی اقدار اور اخلاقیات کو اجاگر کرتے، ان کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے، جس سے ان کو اسلام کے بارہ میں اچھا تاثر ملتا اور ہوسکتا ہے کہ بعض شرکاء کو اسلام کو اپنانے اور مسلمان ہونے کی توفیق ہوجاتی۔

بہرحال اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین اور کامل ومکمل دین ہے جو انسانیت کی فلاح وبہبود، کامیابی وکامرانی کے لئے نازل کیا گیا، اسلام ہی مرد وعورت، بوڑھے وجوان، امیر وغریب، حاکم ومحکوم، مسلم وکافر ہر ایک کے حقوق وآداب کا محافظ ونگران ہے، اور دین اسلام میں ہر ایک کی مصلحت ورعایت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اب دین بحیثیت دین صرف دین اسلام ہی ہے، اس کے علاوہ تمام ادیان ومذاہب منسوخ ومتروک قرار دیئے گئے، اب کوئی دانشور یا منصب دار دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرے گا یا اسے اپنائے گا تو بارگاہ رب العزت میں وہ ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ یہ ’’عقل مند‘‘ اور ’’صاحب ارجمند‘‘ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسارے اور نقصان کا سزاوار ہوگا۔

نیز جن قوموں نے اسلام سے بے اعتنائی اور روگردانی برت کر ارتقاء کی منزلیں طے کیں وہ آج تک راحت وآرام کے تمام اسباب جمع کر لینے کے باوجود حقیقی آرام وسکون سے کوسوں دور اور بے سکونی وبے آرامی کے سبب ’’عذاب الیم‘‘ میں گرفتار نظر آتی ہیں۔

اہل اسلام کو تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے تھا اور اس نظام کو اپنانا چاہیے تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نوازا اور انہیں صاف ستھرا اور اعلیٰ اخلاق وکردار سے مرصع دین ومذہب عطا کیا، لیکن طویل غلامی نے مسلمانوں کو اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی سے محروم کردیا، جس کی بناء پر وہ قرآن وسنت کے احکام کی بجا آوری کے بجائے غیر مسلم اقوام کے اوضاع واطوار اور طرز زندگی کو اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، یاحسرتاہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

یہ دین سے بے زاری آقا سے بغاوت کیوں؟

یہ دین سے بے زاری آقا سے بغاوت کیوں
معبود اسٹالن کیوں لینن کی عبادت کیوں

کعبہ کے ثنا خواں ہیں، مانوس بتوں سے بھی
اظہار عقیدت میں انکار حقیقت کیوں

فی معصیۃ الخالق، مخلوق کی طاعت کیوں
اس پاک ریاست میں ناپاک سیاست کیوں

آزاد ہو بے دینی، اللہ کی حکومت میں
حق گوئی و بے باکی مقہور امارت کیوں

باطل کے پجاری تو میداں میں نکل آئے
اسلام کے فرزندو! اسلام سے غفلت کیوں

کیسی ہے یہ بوالعجبی لا حول ولا قوۃ
دعویٰ نبوت ہو خاموش حکومت کیوں

صادق ہوشیارپوری

یورپ کی اسلام دشمنی کے اسباب

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

گیارہویں صدی مسیحی میں یورپ میں شخصی اور پرائیویٹ طور پر مسلمانوں کے علمی مراکز سے استفادہ کے رجحانات پیدا ہوئے، اس وقت یورپ میں علم پر پابندی تھی، رینہ مارسیال (Rene Martial) نے لکھا ہے:

"بارہویں صدی عیسوی میں جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف اندلس (اسپین) میں ستر ہزار کتب خانے تھے، یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں ایک کتاب بھی ملنی مشکل تھی۔"

ایک مغربی مورخ لکھتا ہے:

"گیارہویں صدی عیسوی میں جس وقت مغرب کے بڑے بڑے روساً اور جاگیرداروں کو اپنی جہالت اور ناخواندگی پر فخر و ناز تھا، اس وقت اسپین میں مسلمانوں کے قرطبہ میں ایک عظیم کتب خانہ تھا، جس میں صرف ہاتھ کی لکھی ہوئی ساٹھ ہزار کتابیں تھیں۔"

ایک دوسرا انگریز مورخ کہتا ہے:

"اسلامی اندلس میں اس وقت گھر گھر علم کا چرچا تھا جب کہ مسیحی دنیا میں بجز چند افراد کے کوئی لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا۔"

ڈوزی (Dozy) لکھتے ہیں:

"یورپ میں لوگ جہالت کی تاریکی میں سرگرداں تھے، انہیں کہیں روشنی نظر نہیں آرہی تھی، روشنی تو صرف مسلمانوں کی طرف سے آرہی تھی، علوم وفنون، ادبیات، فلسفہ، حرفت و صنعت اور زندگی کے دیگر میدانوں میں امت اسلامیہ رہبری کررہی تھی۔ بغداد، سمرقند، بصرہ، دمشق، قیروان، مصر، ایران اور غرناطہ علم ومعرفت کے عظیم مراکز تھے۔ مملکت اسلامیہ میں چھوٹے چھوٹے مدرسے اور مسجدیں بھی بڑے بڑے کتب خانوں سے معمور تھیں، جہاں ہر شخص کو پڑھنے کی اجازت تھی جبکہ یورپ کے مرکزی شہر دیہاتوں کی طرح تھے، جہاں نہ تو علم تھا اور نہ آبادی، یورپ مادی، ادبی، تہذیبی اور علمی ہر اعتبار سے بڑا پسماندہ تھا۔"

(تاریخ المسلمین فی اسبانیا، ڈوزی)

> یورپی اہل قلم اسلام کی اشاعت کی رفتار کا ہوا کھڑا کرتے رہتے ہیں، مسلم قوم کی صلاحیتوں اور ان کی تاریخ سے واقفیت کی وجہ سے ان میں احساس خوف پایا جاتا ہے بلکہ احساس کمتری، اس کی وجہ سے وہاں کے ذمہ دار ایسے حالات پیدا کرتے ہیں جن سے مغرب کے باشندوں میں اسلام سے نفرت اور عداوت پیدا ہو

جرمن مستشرقہ ڈاکٹر زیگرید ہونکہ اپنی کتاب "شمس الاسلام تطلع علی الغرب" (مغرب پر اسلام کا سورج طلوع ہورہا ہے) میں رقم طراز ہیں:

"چھ صدیاں پہلے پورے یورپ میں صرف پیرس کے میڈیکل کالج میں ایک چھوٹی سی لائبریری تھی جس میں صرف ایک کتاب تھی اور وہ بھی ایک عرب مصنف کی، یہ بڑی قیمتی اور پُر از معلومات تھی، اس وقت کے سارے نصرانیوں کے بادشاہ لوئی یازدہم نے ایک مرتبہ اس کتاب کو عاریتاً لینا چاہا تو اسے بھی بطور ضمانت ایک خطیر رقم جمع کرنی پڑی۔ لوئی کا مقصد یہ تھا کہ اس کے پرائیویٹ معالجین اس کتاب کی ایک نقل تیار کرلیں تاکہ جب بھی بادشاہ سلامت کو عارضہ اور کوئی بیماری لاحق ہو تو اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ یہ کتاب کیا ہے، ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے، اس میں ۹۲۱ء تک کے تمام قدیم یونانی طبی علوم جمع کردیے گئے ہیں۔"

مزید لکھتی ہیں:

"رازی نے میڈیکل سائنس اور طبابت کے موضوع پر جو ضخیم اور عظیم کتاب تصنیف کی ہے وہ یورپ میں (۱۳۹۸ء۔۱۸۶۶ء) چالیس مرتبہ طبع ہوئی، اس میں نقرس، پتھری، مثانہ، گردے اور بچوں کے امراض کے متعلق بحث کی گئی ہے اور یہ اپنے موضوع پر حجت اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔"

آگے لکھتی ہیں:

"اگر ہم یہ کہیں تو اس میں کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں کہ یورپ نے تقریباً تین سو

سال تک صرف اور صرف عربوں کی ہی تصنیفات اور تحقیقات پر کلی اعتماد کیا ہے۔"

ایک مغربی مفکر کہتا ہے:

"عرب ہی فلکیات، سائنس، کیمیا اور طبی علوم میں ہمارے استاد اول ہیں۔"

مسیو لیبری لکھتے ہیں:

"اگر تاریخ میں عرب منصۂ شہود پر نمودار نہ ہوتے تو علوم وفنون اور تہذیب وتمدن میں یورپ کی بیداری کئی صدی اور مؤخر ہو جاتی۔"

رینان (Renan) کہتے ہیں:

"البرٹ کبیر ہر چیز میں ابن سینا کا رہین منت ہے اور سانتو ما اپنے تمام فلسفہ میں ابن رشد کا خوشہ چیں ہے۔"

"یورپ کا بابائے سائنس روجر بیکن بھی عربوں کا شاگرد تھا اور وہ خود اپنے شاگردوں کو تلقین کیا کرتا تھا کہ اگر صحیح علم حاصل کرنا ہے تو عربی پڑھنا سیکھو۔"

گوستاؤ لیبان لکھتے ہیں:

"عربوں ہی نے یورپ کو علم و معرفت اور تہذیب وتمدن کی دنیا سے متعارف کرایا، عرب ہمارے محسن تھے اور چھ صدیوں تک ہمارے پیشوا اور مقتدا رہے۔"

صلاح الدین ایوبی کے سفیر اسامہ بن منقذ یورپ کے دورہ پر گئے، انہوں نے ایک شخص کے آپریشن کا واقعہ اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ کلہاڑی سے اس کا گھٹنا کاٹا جارہا تھا۔

سولہویں صدی عیسوی تک یورپ علم اور تمدن میں مسلمانوں سے استفادہ کرتا رہا۔

صلیبی جنگوں کے درمیان یورپ میں اسلام اور مسلم دشمنی کا ایسا زہر بویا گیا کہ وہ ہر یورپی کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا۔

علمی اور تمدنی میدان میں مسلمان یورپ کے استاد اول کا درجہ رکھتے تھے، اس کے باوجود مغرب کا ہر باشندہ خاص طور سے اہل علم اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی نہیں بلکہ دشمنی کا ذہن رکھتے رہے۔

مستشرقین نے ایسا لٹریچر تیار کیا، جس سے اس ذہن میں تقویت پیدا ہوئی کہ مسلمان ان کے علاقوں پر قابض ہیں جو یونانیوں اور رومیوں کے زیر اثر تھے۔

اسلام کے تیز رفتاری سے پھیلنے اور مسلمانوں کے دنیا پر قابض ہونے سے اس معاندانہ ذہن میں اور اضافہ ہوا اور اس میں خوف کی نفسیات پیدا ہوئیں، ترکوں کی قوت اور یورپ کے ملکوں پر ان کا قبضہ اور ان کے ناقابل تسخیر ہونے کے احساس اور تجربہ نے اس میں اضافہ کیا۔

ایک حقیقت اور جس کا یورپ اور اسلام مخالفین کو احساس ہے کہ مسلمان میں شہادت کا شوق، دین کے لئے قربانی کا جذبہ، قوت برداشت اور جسمانی طاقت وصلاحیت رکھنے والے عناصر سے مالا مال ہیں اور ان کے قبضہ میں دنیا کے اسٹرائیجک مقامات ہیں اور معدنی ذخائر سے معمور علاقوں پر ان کا کنٹرول ہے یہی ان کے لئے باعث فکر وتشویش ہے

اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں یورپ کے بعض ممالک نے اپنی علمی ترقی سے اپنی دفاعی طاقت بڑھائی اور اپنی جنگوں کا رخ عالم اسلام کی طرف موڑ دیا۔

انیسویں صدی میں اکثر اسلامی ممالک پر یورپ کا کنٹرول ہو گیا اور ان ملکوں میں انہوں نے اپنا نظام تعلیم اور ثقافت رائج کر دیا۔

لارنس براؤن (Laurence Browne) کہتا ہے:

"پہلے ہم یہودی خطرے سے ڈرتے تھے، زرد خطرے (جاپان، چین) سے ڈرتے تھے اور اشتراکیت سے ڈرتے تھے، لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا اس لئے کہ یہود ہمارے دوست نکلے، چنانچہ ان پر ظلم کرنے والا ہمارا جانی دشمن ہوگا پھر دوسری جنگ کے دوران اشتراکی ہمارے حلیف بنے۔ رہا زرد خطرہ (جاپان/چین) تو اس سے نمٹنے کے لئے بڑی جمہوری حکومتیں کافی ہیں، اب اصل خطرہ نظام اسلامی اور اس کے زندہ جاوید مذہب ہونے کی حیثیت سے اپنے حلقۂ متبعین کو وسیع کر لینے کی غیر معمولی قدرت وصلاحیت سے ہے، مسلمان زبردست حیرت انگیز حیات بخش طاقت وقوت کے مالک ہیں، یورپی سامراج کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تنہا یہی (اسلام) ہے۔"

ایک دوسرا مغربی رہنما کہتا ہے:

"میرے خیال میں کمیونزم یورپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں بلکہ حقیقی خطرہ اسلام سے ہے جو ہم کو براہ راست چیلنج کر رہا ہے، مسلمان ہماری مغربی دنیا سے الگ اپنی ایک مستقل دنیا رکھتے ہیں، ان کے پاس خالص روحانی سرمایہ ہے اور وہ ایک حقیقی یکی اور تاریخی تہذیب وتمدن کے مالک ہیں، مسلمانوں میں اس کی صلاحیت و اہلیت ہے کہ وہ بغیر کسی تعاون ومدد کے ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھ سکتے ہیں، مسلمانوں کے اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے صرف اس صنعتی ٹیکنیکل ترقی کی ضرورت ہے جو مغرب نے حاصل کر لی ہے۔" (باقی صفحہ ۱۵ پر)

وادیٔ سوات کی حقیقی بہار

عبدالقدوس محمدی

سوات...... جو قدرت کے حسن کا مظہر اور دلکش نظاروں کی وادی ہے۔ سرسبزو شاداب وادیاں، بہتے جھرنے، شور مچاتی آبشاریں، خراماں خراماں چلتی ندیاں اس خطے کا ظاہری حسن جبکہ خوش اخلاق، ملنسار اور مہمان نواز لوگ یہاں کے ظاہری حسن کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ مدتوں سے یہ سوات امن و آشتی اور محبت و الفت کی وادی رہی، پھر نہ جانے اسے کس کی نظر کھا گئی کہ سوات میں آتش و آہن کی بارش ہونے لگی، قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا، کشت و خون کی ہولی کھیلی جانے لگی، سوات اور گردونواح میں بسنے والے اپنے گھروں سے بے گھر ہوئے، در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوئے۔ پھول سے بچوں کو پردیس کی زندگی کاٹنا پڑی، حسن کی وادی میں بسنے والوں نے متاثرین کے کیمپوں میں بسیرا کیا۔ اس اذیت اور کرب سے سب سے زیادہ مذہبی طبقات گزرے۔ فوج انہیں شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتی، وہ فوجیوں کی سختی اور درشتی کا نشانہ بنتے، گھر گھر تلاشی، چیک پوسٹوں پر توہین و تذلیل، بال کی کھال اتارنے والی تفتیش اور لمحہ بہ لمحہ پیش آنے والے مسائل نے داڑھی پگڑی والوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ نام نہاد طالبان طعنے دیتے، گردنیں کاٹتے، کبھی حکومت کا ہرکارہ اور کبھی امریکا و یورپ کا ایجنٹ قرار دیتے، بھتے وصولے جاتے، لوگوں پر جبر و تشدد کے پہاڑ توڑے جاتے، ظلم و ستم کی لاٹھیوں سے ہانکا جاتا۔

دینی ادارے اس صورتحال سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ دوطرفہ لڑائی کی زد میں آنے والے اداروں کو دوہرے جبر کا سامنا تھا، ایک طرف سے یہاں تک ہوا کہ تنکا تنکا جوڑ کر اور پائی پائی چندہ جمع کر کے بنائی جانے والی عمارتیں ملبے کے ڈھیر بنا دی گئیں اور دوسری طرف سے مدارس کو معسکرات میں بدلنے کی کوشش کی گئی، پناگاہیں بنالینے پر اصرار کیا جاتا رہا لیکن وہاں کے اہل مدارس نے ریاستی جبر کا صبر سے اور بے لگام تشدد کا تدبر سے مقابلہ کیا چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات میں بہتری آنے لگی، جبر کے سائے چھٹنے لگے، سنگینوں کی سنگینی سے نجات پائی، بارود کی بو سے چھٹکارا ملا اور سوات کے حالات اپنی جگہ پر آگئے اور اللہ کا شکر ہے کہ اب وہاں راوی ہر طرف چین ہی چین لکھتا ہے۔

سوات میں تو حالات معمول پر آگئے مگر ہم دور بیٹھے ہوئے ابھی تک یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید سوات کا وہ امن نہیں لوٹ پایا، شاید سوات کی رونقیں بحال نہیں ہوسکیں، شاید سوات میں داڑھی پگڑی والا کوئی نہیں بچا ہوگا، شاید سوات کے سارے مدرسے اجڑ گئے ہوں گے، شاید سوات کے علماء و طلباء ڈرے سہمے ہوئے اپنے حجروں سے نکلنے کی جرأت نہیں کرتے ہوں گے، شاید سوات میں ہر طرف ویرانی ہوگی، شاید سوات میں ہر طرف سناٹا ہوگا چنانچہ جب وفاق المدارس نے ملک گیر اجتماعات کے انعقاد کا اعلان کیا اور اس فہرست میں سوات میں ایک اجتماع کے انعقاد کا تذکرہ پڑھا تو سہم گیا اور سوچنے لگا کہ اگر اکابر کی طرف سے اس کنونشن میں شرکت کا اذن ملا تو کیا کروں گا؟ اور بالآخر وہی ہوا حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری نے اپنے محبت بھرے انداز میں کنونشن میں شرکت کا حکم دیا تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی پھر جب میر کاروان اہل حق امام المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی قیادت میں ہمارا قافلہ سوات کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں مسلسل وظائف کا ورد کرتا رہا، کبھی خیال آتا کہ حضرت شیخ نے جب اس پیرانہ سالی میں اتنے کٹھن سفر کا فیصلہ کیا تو ہمارے لئے کیا مشکل ہے؟ کبھی تسلی ہوتی کہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا انوار الحق، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا پیر عزیز الرحمن، مولانا حسین احمد، مولانا ولی خان المظفر اور دیگر بہت سے علماء ساتھ ہیں اس لیے کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ مصیبت جب عام ہو جاتی ہے تو ہلکی محسوس ہوتی ہے لیکن پھر خیال آتا نہ جانے کیا ہوگا؟ حالات کیسے ہوں گے؟ ماحول کیا ہوگا؟ انہیں واہموں، خدشات اور خیالات کے ہجوم میں جب سوات پہنچے تو رات ہو چکی تھی، اندھیرے اور سردی نے سوات پر اپنے پنجے گاڑھ رکھے تھے، استقبال کے لیے آنے والوں کے خلوص و محبت اور والہانہ پن کو دیکھ کر دیدہ و دل فرش راہ کیے جانے کا مفہوم پہلی دفعہ سمجھ میں آیا تھا، میزبانوں کی مہمان نوازی نے حیران کیا تھا لیکن کامل اطمینان نہیں ہوا تھا، مولانا قاضی عبدالرشید کے لطائف و ظرافت اور مولانا ولی خان المظفر کی باغ و بہار شخصیت کی بدولت ہماری اقامت گاہ کشت زعفران بنی رہی لیکن اس کے باوجود خدشات سے چھٹکارا نہ پایا جاسکا اور پوری رات وظائف و اوراد، سونے جاگنے کی آنکھ مچولی اور

سردی سے بچنے کی کوشش میں بجتی۔ صبح ہوئی تو ہیچ سوات جاگ اٹھا تھا، مینگورہ کا وودو دیہ ہال ایک چمن کا منظر پیش کر رہا تھا، تاحدنگاہ علماء کرام اور دینی مدارس کے اساتذہ کا جم غفیر، ڈاڑھیوں اور پگڑیوں والے نورانی چہرے...... اتنے کٹھن حالات نے سوات کے مولویوں کا کچھ بھی نہ بگاڑا تھا، آتش وآہن کی بارش نے سوات کے مدارس کی عمارتوں کو تو شاید نقصان پہنچایا ہوگا لیکن وہاں کے استاد اور شاگرد کا رشتہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوا تھا، تعلیم وتربیت کے سارے سلسلے جاری و ساری تھے، سازشوں کی گھٹائیں آئیں، چھائیں اور برسیں لیکن سوات کے اہل حق کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اخبارات اور میڈیا کی نظر سے گزشتہ کئی برسوں سے سوات کو دیکھنے اور سوات کا ایک نقشہ دل و دماغ میں بٹھانے والا یہ مسافر حیران اور ششدر تھا کہ یاالٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ ہم تو سمجھتے تھے کہ شاید سوات میں کوئی بندہ خدا باقی نہیں بچا ہوگا اور یہاں تو اہل علم کی ایسی بہار ہے کہ صرف وودو دیہ ہال ہی نہیں اس کے باغیچے اور چمن بھی اہل علم سے بھرے ہوئے تھے۔ سب سے دلچسپ منظر وودو دیہ ہال میں منعقدہ استحکام مدارس کنونشن کے اسٹیج کا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ سوات میں حکومتی اداروں اور مذہبی طبقات کے مابین بدترین کشمکش ہوگی، فوجی اور مولوی تو ضرور ہی دست وگریباں ہوں گے، پولیس والے اور ڈاڑھی پگڑی والے ایک دوسرے کو دیکھنے اور ملنے کے روادار بھی نہ ہوں گے لیکن وفاق المدارس کے اس اجتماع میں مولانا قاری صدیق احمد، مولانا محب اللہ، برادرم کرم الٰہی اور ان کے رفقاء نے اپنی بصیرت اور شبانہ روز محنت کے نتیجے میں وودو دیہ ہال میں جو گلدستہ سجایا تھا اس نے ان تمام واہموں کو غلط ثابت کر دیا، فوج کے کرنل علی یاسر جس نیاز مندی سے اکابر اہل حق کی دست بوسی کر رہے تھے، ڈی آئی جی آزاد خان نے حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب کے سامنے جس خلوص کا مظاہرہ کیا، ناظم سوات محمد علی جس طرح شروع سے آخر تک ہمہ تن گوش رہے۔ ڈاکٹر قبلہ ایاز اور سوات کے عصری تعلیمی اداروں سے وابستہ ماہرین تعلیم نے جس طرح اس اجتماع کو رونق بخشی وہ یقیناً قابل تحسین تھا۔ مقررین میں سے جس جس نے اظہار خیال کیا اس کی زبان سے پھول ہی برسے، محبتوں اور الفتوں کے زمزمے گونجے، مقامی مسئولین، مہمان مقررین، اکابر علماء کرام اور قائدین وفاق ہر ایک کی زبان سے نکلنے والا ہر جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کی آمد ہی اہل سوات کے لیے بڑی سعادت تھی اور ان کا مختصر سا خطاب اجتماع کا خلاصہ...... شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان نے مولانا محمد حنیف جالندھری پر کامل اعتماد کا اظہار کیا اور ان کی گفتگو کو وفاق المدارس اور اپنی حقیقی ترجمانی قرار دیا، مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی نے اختتامی کلمات ارشاد فرمائے، حضرت صدر وفاق کی دعا اور حکم سے ترجمان اہل حق مولانا محمد حنیف جالندھری نے اپنے مدلل، دلنشین اور پرکشش انداز میں دینی مدارس کا مقدمہ بڑی خوبصورتی سے پیش کیا، دینی مدارس کی خدمات پر روشنی ڈالی، دینی مدارس پر لگائے جانے والے الزامات کے مسکت جوابات دیے، مولانا قاضی عبدالرشید نے اپنے دلنشین انداز میں مدارس کے کردار و خدمات پر روشنی ڈالی، طوطی کشمیر مولانا سعید یوسف نے بڑے ہی فکر انگیز انداز سے دینی مدارس کی ضرورت و اہمیت اور اس خطے میں اہل حق کی خدمات پر گفتگو کی، مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی اول تا آخر پروگرام کی رونق دوبالا کرتے رہے، مولانا انوار الحق اور مولانا حسین احمد نے ان کے سینکڑوں تلامذہ کے کلیجے ٹھنڈے کیے۔ مولانا زبیر اشرف عثمانی، مولانا عمار خالد، مولانا احمد حنیف، مولانا سلمان الحق اور مولانا حمزہ سعید جیسے صاحبزادگان بھی شریک بزم رہے۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، مولانا انوار الحق، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی اور مولانا حسین احمد جیسے اکابر کی تشریف آوری نے سوات کے ارباب مدارس اور اہل حق کا سیروں خون بڑھ گیا، ان کا مورال آسمانوں سے باتیں کر رہا تھا، ان کے تمتماتے چہرے بتا رہے تھے کہ آج اہل سوات کی حقیقی عید ہے، المختصر یہ کہ کوئی کوئی پروگرام لطف دیتا ہے، کبھی کبھی ایسی خوشی ہوتی ہے، گاہے گاہے ہی ایسی کیفیات نصیب ہوتی ہیں جیسی سوات کے استحکام مدارس کنونشن میں نصیب ہوئی۔ اللہ کرے سوات کے ظاہری حسن سے زیادہ وہاں دین کی بہاریں یوں ہی سدا مسکراتی رہیں۔ آمین ثم آمین۔ ☆☆

ماسٹر نور محمد لاشاری کی وفات

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی خانیوال والوں کے خلیفہ ماسٹر نور محمد لاشاری میر پور خاص والے ۸۲ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے پیر بھائی مولانا فیض اللہ آزاد کراچی والوں نے نور محمد لاشاری کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد علی صدیقی نے کی اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کی کیفیات!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتے ہی مدینہ طیبہ میں کہرام بپا ہوگیا، بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اپنے آپ پر کنٹرول نہ رکھ سکے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمائے مدینہ ہوئے۔ اس سے تابناک دن میں نے نہیں دیکھا اور جس روز آپ رخصت ہوئے اس سے زیادہ تاریک دن میں نے نہیں دیکھا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص:۵۴۷، ج:۲)

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی آتے جاتے تھے، مگر بول نہیں سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر میدان میں آگئے اور فرمایا: جس نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اس کا سر قلم کردوں گا۔

حضرت عبداللہ ابن انیس یہ سن کر صدمہ برداشت نہ کرسکے اور انتقال فرماگئے۔

(اصح السیر، ص:۵۴۷)

غرضیکہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی اپنے ہوش و حواس قائم نہ رکھ سکے اور ان کی آوازیں بند ہوگئیں۔ امہات المومنین پر جو صدمات کے پہاڑ ٹوٹے ان کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپ کی وفات پر یوں فرماتی ہیں:

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ
یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ
یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ

ترجمہ: ''ہائے ابا جان جنہوں نے پروردگار کی آواز پر لبیک کہا، ہائے ابا جان جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے، اے ابا جان ہم آپ کی وفات کی خبر جبریل کو دیتے ہیں۔''

(بخاری، ج:۲، ص:۶۴۱)

اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ہی منسوب اشعار ہیں:

صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیالیا

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے مجھ پر مصائب و آلام ٹوٹ پڑے، اگر یہ مصائب دنوں پر ڈالے جائیں تو دن بے نور ہوجائیں۔''

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا مرحلہ کتنا کٹھن اور مشکل تھا کہ جن کے لئے اپنا گھر بار، بیوی، بچے اور خاندان، کنبے، قبیلے چھوڑے، وہ آج دنیا سے پردہ فرمارہے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اجازت لے کر اندر تشریف لے آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسی سخت غشی ہے، جب واپس لوٹنے لگے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا: اے عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے غلط کہا۔ (اصح السیر:۵۴۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر میدان میں آگئے اور فرمایا جو کہے گا کہ حضور کا انتقال ہوگیا، اس کا سر قلم کردوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تھے اور واپس آگئے آپ بھی واپس تشریف لے آئیں گے اور منافقین کا قلع قمع کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تمام صحابہ کرامؓ خاموش ہوگئے۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی خبر دی اور بتلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرمارہے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استقلال اور صحابہ کرامؓ کو سنبھالنا:

بخاری شریف میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر سُنح کے مقام سے گھوڑے پر تشریف لائے اور اتر کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ مسجد میں بغیر کسی سے کلام کئے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے آئے اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور سے چادر ہٹائی اور آپ پر جھکے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور روتے ہوئے فرمایا: ''فداک ابی و امی'' ''میرے ماں باپ آپ پر قربان'' ''لایذوقک اللہ موتتین'' ''ہرگز اللہ تعالیٰ

آپ کو دو موتیں نہیں دیں گے۔ البتہ ایک موت جو ’’کل نفس ذائقة الموت ‘‘ آپ کے لئے لکھی گئی تھی، وہ ہو چکی ۔ یہ فرما کر حضرت ابوبکر صدیقؓ باہر تشریف لائے، جبکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بولے جا رہے تھے، فرمایا: ’’علیٰ اسلک یا عمر ‘‘...اے عمر بیٹھ جاؤ...۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو آپ حضرت عمرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک تقریر فرمائی:

فرمایا: ’’اما بعد! من کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قدمات ومن کان منکم یعبدالله فان الله حی لایموت ‘‘ ...یعنی جو تم میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا اور جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اللہ پاک زندہ ہیں ان پر موت واقع نہ ہوگی....

نیز قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا تذکرہ تھا)

’’وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم۔‘‘ (آل عمران:۱۴۴)

ترجمہ: ’’نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول، آپ سے پہلے بہت رسول گزر چکے اگر آپ پر موت واقع ہو جائے یا آپ میدان جہاد میں قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوتا تھا کہ ابھی نازل ہوئی ہے، پہلے اسے کوئی جانتا ہی نہ تھا، جو بھی سنتا تھا اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت سنی تو مجھے ضبط ہو گیا، پیر بھاری ہو گئے اور میں زمین کی طرف جھک گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس آیت کی تلاوت سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں فرمایا:

’’میں نے پہلے کچھ باتیں کی تھیں وہ صحیح نہ تھیں، میں چاہتا تھا کہ حضور زندہ رہتے اور آپ کی وفات ہم سب کے بعد ہوتی۔‘‘

(اصح السیر، ص:۵۴۰)

آپ ﷺ کے غسل مبارک کا تذکرہ:

ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن ماجہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں صحابہ کرام کو تردد ہوا کہ کپڑے اتار کر غسل دیا جائے یا بغیر اتارے تو کمرہ میں موجود تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نیند مسلط کر دی اور ایک کونے سے آواز آئی کہ آپ کو برہنہ مت کرو، کپڑوں سمیت غسل دو، اس لئے آپ کو قمیص سمیت غسل دیا گیا، بعد میں قمیص مبارک نچوڑ کر نکال لیا گیا۔‘‘ (اصح السیر، ص:۵۴۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ غسل دیا گیا، ایک مرتبہ خالص پانی سے، دوسری مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے پھر کافور ڈال کر غسل دیا گیا۔

حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور آپ کے دو بیٹوں فضل اور قثم اور آپ کے آزاد کردہ غلام شقران اور حضرت اسامہ بن زید، اوس بن خولی (رضی اللہ عنہم اجمعین) غسل میں شریک ہوئے۔

(اصح السیر، ص:۵۴۱)

آپ ﷺ کے کفن مبارک کا تذکرہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ آپ کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں کرتہ اور پگڑی نہ تھی، یعنی آپ کو چادروں میں لپیٹ دیا گیا۔ (بخاری:۱۶۹، ج:۱، مسلم:۳۰۶، ج:۱)

آپ ﷺ کے جنازہ کا ذکر:

صحابہ کرامؓ نے آپ سے آخر وقت جنازہ سے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب کفن اور غسل سے فارغ ہو جاؤ تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ دینا، پہلے فرشتے جنازہ پڑھیں گے، پھر تم گروہ در گروہ پڑھتے جانا۔ پہلے اہل بیت کے مرد جنازہ پڑھیں، پھر ان کی عورتیں اور پھر تم صحابہ کرامؓ۔ عرض کیا قبر میں کون اتارے؟ فرمایا: میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب)

شمائل ترمذی میں ہے کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ فرمایا: ہاں! پڑھی جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا کس طرح؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کی جماعت حجرۂ مبارک میں آئے، تکبیر، درود شریف اور دعا کرکے واپس آ جائے، پھر اس طرح دوسری جماعت داخل ہو اور لوگ اسطرح کرتے رہیں۔

(سیرۃ المصطفیٰ ربانی، ص:۳۴۷، ج:۳)

ابن دحیہؒ فرماتے ہیں کہ تیس ہزار لوگوں نے آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی۔

(سیرۃ المصطفیٰ ربانی، ص:۳۴۹، ج:۳)

آپ ﷺ کی تدفین:

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

تدفین کے مسئلہ پر غور وخوض ہوا تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

"سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئاً مانسیتہ قال ما قبض اللّٰہ نبیاً الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ فادفنوہ فی موضع فراشہ" (ترمذی شریف،ص:۲۰۲،ج:۱)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث ایسی سنی جسے بھولا نہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہاں موت عطا فرماتے ہیں جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی تدفین حجرۂ عائشہؓ میں کی گئی، جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق آپؐ کے اہل بیت نے آپ کو قبر مبارک میں اتارا جن میں چار حضرات شامل تے۔ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل، حضرت قثم ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ کی لحد مبارک سے سب سے آخر میں قثم بن عباس نکلے۔ تدفین سے فراغت کے بعد آپ کی تربت کو کوہان نما بنایا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک مشک پانی چھڑکی اور سر مبارک کی طرف سے چھڑکنا شروع کیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ،ص:۳۵۰، اصح السیر،ص:۵۴۳)

تدفین کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اے انس تم لوگوں کے دلوں نے اس کو کیسے گوارا کرلیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں اتارو۔" (بخاری،ص:۶۴۱)

نوٹ: یہ مضمون خصائل مصطفیٰ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال مصنفہ مفتی محمد سلیمان قاسمی سے ملخص کیا گیا ہے۔ ☆☆☆

بقیہ: یورپ کی اسلام دشمنی کے اسباب

یورپی اہل قلم اسلام کی اشاعت کی رفتار کا ہوا کھڑا کرتے رہتے ہیں، مسلم قوم کی صلاحیتوں اور ان کی تاریخ سے واقفیت کی وجہ سے ان میں احساس خوف پایا جاتا ہے بلکہ احساس کمتری، اس کی وجہ سے وہاں کے ذمہ دار ایسے حالات پیدا کرتے ہیں جن سے مغرب کے باشندوں میں اسلام سے نفرت اور عداوت پیدا ہو۔

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے واقفیت اور اسلام کے دوبارہ غالب ہونے کے خوف نے یورپ کے اہل علم اور اہل سیاست کے ذہن میں یہ جذبہ پیدا کردیا کہ ایسے وسائل اختیار کیے جائیں کہ جن سے یہ خطرہ جس سے یورپ ایک ہزار سال تک دوچار رہا دوبارہ واپس نہ آئے، اس میں ایسے علمی، سیاسی اور اقتصادی وسائل اختیار کیے کہ جن کے اثر سے مسلمانوں کے ذہن وخیال سے غلبہ کا تصور ختم ہوجائے۔

ایک حقیقت اور جس کا یورپ اور اسلام مخالفین کو احساس ہے کہ مسلمان میں شہادت کا شوق، دین کے لئے قربانی کا جذبہ، قوت، برداشت اور جسمانی طاقت وصلاحیت رکھنے والے عناصر سے مالا مال ہیں اور ان کے قبضہ میں دنیا کے اسٹرائیجک مقامات ہیں اور معدنی ذخائر سے معمور علاقوں پر ان کا کنٹرول ہے یہی ان کے لئے باعث فکر وتشویش ہے۔

جنگ عظیم میں یورپ کو ان صلاحیتوں کا تجربہ ہوا۔ اس کی وجہ سے یورپ کی طاقتیں مسلمانوں کے علاقوں پر اور مسلم تحریکوں پر مسلسل نظر رکھتی رہی ہیں۔

ان اسباب کو ذہن میں رکھنے کے بعد یورپ کے ممالک چاہے وہ مغربی ممالک ہوں یا مشرق یورپ کے ممالک، ان کے رویوں اور کارروائیوں کا سمجھنا آسان ہے۔

ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ اسلام مخالف تحریکوں، سازشوں اور نفرت پھیلانے والے لٹریچر میں سیاسی اور فوجی وسائل کا بھی بڑا حصہ رہا ہے اور جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں اور خاص طور پر الجزائر اور افغانستان کی تاریخ سے واقفیت سے یورپ نے ایسے افراد تیار کیے جنہوں نے اس مقصد کو پورا کیا اور موجودہ دور میں مغربی میڈیا اس کام کو بخوبی انجام دے رہا ہے اور مسلم ممالک کے ارباب اقتدار مغرب کے اس مشن کو پورا کررہے ہیں۔

فرانس اور برطانیہ کے زوال کے بعد اس مہم کی قیادت اب امریکا نے سنبھال لی ہے اور اس میں اس کو صہیونیوں کا پورا تعاون حاصل ہے۔

مغرب کی سازشوں اور کارروائیوں کے باوجود الحمدللہ! اسلام پھیل رہا ہے اور مسلمانوں میں جذبہ قربانی اور دین سے وابستگی اور یورپ سے واقفیت بڑھ رہی ہے، اس کی مثال خود ویٹی کن کی یہ رپورٹ ہے جو کویت کے عربی مجلہ "المجتمع" نے اپریل ۲۰۱۴ء میں شائع کی ہے، ویٹی کن کی رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے، اسلام مخالف مہم کے باوجود ایک سال میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کے مقابلہ میں تین ملین بڑھی ہے، ویٹی کن کے بیان کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب، تین ملین، بائیس ہزار سے زیادہ ہے جو عیسائیوں کے مقابلہ میں تین ملین زیادہ ہے، اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب انیس فیصد ہے جبکہ عیسائیوں کی آبادی کا تناسب سترہ فیصد ہے، اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تر مغرب کے عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کے ماننے والے ہیں۔

(بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ، ۲۵ نومبر ۲۰۱۵ء)

انتہا پسند کون؟

عبدالعزیز انجم

''مسلمانوں کے امریکہ میں داخلے پر پابندی عائد کی جائے، کسی مسلمان کو امریکہ کا صدر نہیں بننا چاہئے، صدر منتخب ہوا تو امریکا میں تمام مساجد بند کرا دوں گا۔'' یہ شرانگیز کلمات کسی دہشت گرد یا انتہا پسند تنظیم کے جنونی لیڈر کے نہیں بلکہ حقیقت سے قطع نظر یہ ایک ایسے ملک کے صدارتی امیدوار کے کلمات ہیں جو خود کو دنیا کا مہذب ترین اور امن پسند کہتا ہے۔ نفرت کا یہ سوداگر نہ صرف امت مسلمہ بلکہ وطن عزیز پاکستان کے بارے میں بھی اسی طرح کے تعصبانہ خیالات رکھتا ہے، امریکن ری پبلکن پارٹی کا یہ نامزد صدارتی امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ اس سے پہلے اپنے ایک بیان میں پاکستان کے بارے میں بھی زہرافشانی کر چکا ہے، اس نے پاکستان کو خطرناک ملک قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ بھارت کو پاکستان کے معاملے میں آگے کیا جانا چاہئے۔ ان شرانگیز بیانات پر دنیا میں ہر طرف ایک شور بپا ہے اور مختلف انداز میں ان بیانات کی مذمت کی جارہی ہے۔ امریکی صدر باراک اوبامہ سمیت دیگر امریکی سیاستدان اسے غیر امریکی بیان قرار دے کر مسلمانوں کے بارے میں امریکا کی طرف سے مسلم دشمنی کے تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اگر حقائق کا جائزہ لیا جائے تو تمام تر معاملات اس کے برعکس نظر آتے ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ کا یہ بیان مسلمانوں کیلئے کوئی انہونی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت میں امریکا اور یورپ عملی طور پر ایک عرصے سے ڈونلڈ ٹرمپ کے انہی افکار و خیالات پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔

ڈونلڈ ٹرمپ کے اس بیان کے ردعمل میں امریکی صدر اور دیگر امریکی ذمہ داران کے مسلم ہمدردی کے بیانات کو زیادہ اہمیت دی جارہی ہے لیکن مجھے ان سے کوئی غرض نہیں کیونکہ یہ سب کچھ ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں، یہ بیانات امریکا کی مسلمانوں سے ہمدردی کے جذبے کی وجہ سے نہیں بلکہ امریکا کے مسلم دشمن چہرے سے نقاب اٹھنے کی وجہ سے دیئے جا رہے ہیں۔ ان حقائق کو کوئی کیسے جھٹلا سکتا ہے کہ امریکا اور یورپ میں مسلمانوں سے امتیازی سلوک نہیں رکھا جاتا؟ آئے روز اسلامی شعائر کا مذاق نہیں اڑایا جاتا؟ پاک پیغمبر ﷺ کے گستاخانہ خاکے نہیں بنائے جاتے؟ کیا امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان، عراق، شام، لیبیا اور دیگر اسلامی ممالک پر یلغار کر کے وہاں کے بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی نہیں کھیلی؟ کیا فلسطین میں مظلوم فلسطینیوں پر آگ اور بارود برسانے میں اسرائیل کی بھرپور پشت پناہی نہیں کی جارہی؟ مصر اور یمن سمیت متعدد اسلامی ممالک میں انارکی کا کھیل نہیں کھیلا گیا؟ کیا ہمارے پیارے وطن کو دہشت گردی کی جنگ میں نہیں دھکیلا گیا جس کی وجہ سے اب تک ہزاروں بے گناہ شہری شہید ہو چکے ہیں، کیا امریکی مفادات پر مبنی دہشت گردی کی اس جنگ میں وطن عزیز کو معاشی طور پر اربوں ڈالر کا خسارا نہیں اٹھانا پڑا؟ یہ سب کچھ حقیقت ہے تو پھر مسلم ہمدردی کے بیانات کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کی مذمت میں دیئے جانے والے امریکی صدر اور دیگر ذمہ دار شخصیات کے بیانات کو اگر ایک لمحہ کے لئے حقیقت تسلیم کر بھی لیا جائے تو کیا اس سے مسلمانوں کے بارے میں جاری امریکی پالیسی میں کوئی تبدیلی آسکے گی؟ کیا امریکا کی سربراہی میں اسلامی ممالک میں جاری مسلم کشی کا سلسلہ رک جائے گا؟ کیا امریکا کا مسلمانوں سے متعصبانہ رویہ اور امریکا میں بسنے والے مسلمانوں سے امتیازی سلوک نہ ہوگا؟ ان تمام سوالات کے جوابات یقیناً نفی میں ہیں تو پھر اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے کہ ڈونلڈ ٹرمپ اور اس کی مذمت میں امریکی بیانات نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

قارئین کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ امریکا کے قیام اور موجودہ امریکا کی تشکیل میں مسلمانوں کا نمایاں کردار رہا ہے، اب بھی امریکا میں تقریباً 80 لاکھ مسلمان آباد ہیں جو اس کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ برطانیہ کا موقر اخبار گارڈین اپنے ایک مضمون میں امریکا کے قیام میں مسلمانوں کی جدوجہد کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ بمپٹ محمد امریکا کی تحریک آزادی میں صف اول میں لڑنے والے سپاہی تھے، انہوں نے 1775ء سے 1783ء کے دوران آرمی چیف جنرل جارج واشنگٹن کی سربراہی میں برطانیہ کی سامراجی قوتوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اسی طرح یوسف بن علی شمالی افریقہ کے عرب باشندوں میں سے ایک تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بنکر ہل کی جنگ میں برطانوی میجر جنرل جان پٹکارن یوسف بن علی کی گولی کا نشانہ بنے۔ یوسف بن علی نے بعد میں سارا ٹوگا اور سٹونی پوائنٹ کی جنگوں میں بھی حصہ لیا۔ اخبار لکھتا ہے کہ اگر بنگلہ دیشی نژاد فضل الرحمان خان امریکہ میں نہ ہوتے تو موجودہ امریکہ کی شکل مختلف نظر آتی۔ فضل الرحمن خان کو تعمیراتی انجینئر نگ کا آئن سٹائن کہا جاتا ہے۔ انھوں نے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرنے کی ایک ایسی تکنیک متعارف کرائی جس کی وجہ سے ٹوئن ٹاور جیسی بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہوسکیں۔ فضل الرحمان کے ایجاد کردہ طریقے کی بدولت امریکا میں بلند عمارتوں کی تعمیر کا نیا دور شروع ہوا جس کی مدد سے کم لوہے کے استعمال سے عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ پروفیسر احمد زویل نے اپنی تمام زندگی امریکا میں صرف کی، انہیں فیمٹو کیمسٹری کا بانی تصور کیا جاتا ہے، شعبہ کیمسٹری میں خدمات کے صلہ میں انہیں 1999ء میں نوبیل انعام سے نوازا گیا۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ اگر پاکستانی نژاد ڈاکٹر ایوب اومیہ امریکا نہ آتے تو بہت سارے امریکی درد سے مرچکے ہوتے۔ 1963ء میں امریکا آنے والے نیورو سرجن ایوب اومیہ نے Inter venticular catheter system ایجاد کیا جس کے ذریعے دماغ کے اندر موجود مائع کے اندر براہ راست دوا پہنچائی جاسکتی ہے۔ امریکا میں مقیم پاکستانی نژاد شاہد خان امریکا کی معاشی ترقی کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہیں، جن کی کمپنی کی مالیت اب 4.9 ارب ڈالر ہے اور ان کا نام دنیا کے امیر لوگوں کی فہرست میں 360 ویں نمبر پر ہے۔'' امریکا کے قیام اور اس کی ترقی میں مسلمانوں کی یہ تمام تر خدمات تاریخ کا روشن حصہ ہیں لیکن تعصب کی آگ میں جلنے والے ڈونلڈ ٹرمپ کو اور کچھ کیسے نظر آسکتا ہے؟؟ انگریزی ضرب المثل The dog bark, but the carvan moves on- یعنی کتے چاہے بھونکتے رہیں، قافلہ رواں دواں رہتا ہے کے مصداق ڈونلڈ ٹرمپ کی قماش جیسے لوگ ایسی زہرافشانیاں کرتے رہیں گے لیکن اقوام عالم کی تعمیر و ترقی خوشحالی اور امن میں مسلمانوں کا یہ روشن کردار ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔ ان تاریخی حقائق کی روشنی میں اب یہ فیصلہ تو ضرور ہو جانا چاہئے کہ انتہا پسند، بنیاد پرست اور دہشت گرد کون ہے مسلمان یا۔۔۔؟؟؟

☆☆..................☆☆

آخرت کے پانچ راہی!

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ کا وصال:

۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۵ء کو پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد کراچی میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عبدالواحد صاحب اعظم گڑھ کے ضلع غازی پور کے گاؤں شیخ پور انڈیا میں ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے نورانی قاعدہ سے لے کر موقوف علیہ کی تمام تعلیم الہ آباد کے مولانا قاری عبیداللہؒ سے حاصل کی۔ استاذ محترم ان دنوں ''مدرسہ دینیہ'' غازی پور میں پڑھاتے تھے۔ بعد میں وہ ''یوسف پور'' گئے تو مولانا عبدالواحدؒ بھی استاذ محترم کے ساتھ یوسف پور چلے گئے۔ مولانا قاری عبیداللہؒ سے آپ نے خوب فیض حاصل کیا اور انہوں نے بھی آپ کو علم کا رسیا بنا دیا۔ موقوف علیہ کے بعد ۱۹۴۹ء میں مولانا عبدالواحد نے دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا فخرالدین مراد آبادیؒ، مولانا بشیر احمدؒ اور دوسرے حضرات سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔

۱۹۵۴ء میں آپ کراچی تشریف لائے جہاں آپ کے بڑے بھائی جناب عاشق الٰہی مرحوم قیام پذیر تھے۔ مولانا عبدالواحدؒ نے پاکستان آ کر اپنا روحانی تعلق قطب الارشاد مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے استوار کیا اور خلافت کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ مولانا عبدالواحدؒ انتہائی سادہ اور درویش منش تھے۔ یکسوئی کے دلدادہ تھے۔ شہرت سے کوسوں بھاگتے تھے۔ اتباع سنت رسول کا آپ پر غلبہ تھا۔ قرآن مجید سے عشق تھا۔ ذکر اور کثرت درود شریف میں مستغرق رہتے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ کراچی میں جامعہ حمادیہ آپ کی یادگار ہے۔ علاوہ ازیں کئی مساجد ومدارس بھی آپ نے قائم کئے۔ مولانا عبدالواحد کے پوتے، نواسے، پوتیاں، نواسیاں اور ان کی اولاد در اولاد سب قرآن مجید کے حافظ، حافظات، عالم اور عالمات ہیں۔ تین نسلوں کو آپ نے دینی علوم کا حامل بنادیا۔ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے۔ مرحوم کی تدفین عظیم پورہ قبرستان کے احاطہ میں ہوئی۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

الحاج جناب اشتیاق احمد رحمہ اللہ کا وصال

۱۷؍نومبر ۲۰۱۵ء کو الحاج اشتیاق احمد صاحب وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! بھارت کے مشرقی پنجاب کی معروف ریاست پانی پت کے ضلع کرنال میں الحاج اشتیاق احمد صاحب پیدا ہوئے۔ یہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے۔ پاکستان بننے پر آپ کے والدین جھنگ میں آگئے۔ آپ نے ابتدائی لکھت پڑھت، نورانی قاعدہ، نماز اور ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم مسجد شیخ لاہوری جھنگ صدر میں حاصل کی۔ اس محلہ کے ہی ہائی سکول میں میٹرک پاس کی۔ یہی آپ کی تعلیم کی کل دنیا تھی۔ پڑھائی سے فراغت کے بعد لاہور کارپوریشن میں ملازمت اختیار کی لیکن دل نہ لگا۔ آپ نے اس دوران میں بہت محنت ومشقت برداشت کی۔ رزق حلال کے لئے چاول چھولوں کی ریڑھی بھی لگائی۔ پان، سگریٹ کا کھوکھا بھی چلایا۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور کا معروف قدیمی اشاعتی ادارہ ہے۔ ان کا رسالہ جگنو شائع ہوتا تھا۔ اس میں پروف ریڈر کے طور پر صحافتی دنیا میں قدم رکھا۔ اس ادارہ کے لئے ''پیکٹ کا راز'' نام کا پہلا ناول لکھا۔ بس لکھنا پڑھنا کیا شروع کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک سو سے زائد کتب اور آٹھ صد سے زائد ناول لکھ ڈالے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے ملک عزیز پاکستان میں لاکھوں افراد سے زائد ایک حلقہ قائم کیا۔

مختلف ڈائجسٹوں میں آپ کی کہانیاں چھپتی تھیں۔ ضرب مؤمن اور روزنامہ اسلام میں مستقل کالم بھی لکھتے رہے۔ عرصہ بارہ سال سے روزنامہ اسلام کے ہفتہ واری ایڈیشن ''بچوں کا اسلام'' کے ایڈیٹر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اشتیاق پبلی کیشنز کے نام پر اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا۔ بچوں کے لئے ادب تخلیق کرنے میں آپ نے وہ خدمات سرانجام دیں جو ان کی زندگی کا خوبصورت باب قرار دیا جاسکتا ہے۔ مرحوم بہت ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ فقیر کا جھنگ جانا ہوا۔ ان کے محلہ کی ایک مسجد میں بیان تھا۔ یہ ۱۹۸۴ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔ فقیر کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ اس بیان میں الحاج اشتیاق احمد بھی موجود تھے۔ فقیر کا بیان قادیانیوں کے مظالم اور ان کی متشددانہ کارروائیوں پر تھا۔ آپ نے اس پر ایک ناول لکھ دیا۔ (یہ خود مرحوم نے فقیر سے ذکر فرمایا) ناول کیا لکھا کہ قادیانیوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہوگئی۔ لالچ، دھونس، دھمکی کے حربوں پر اتر آئے۔ حاجی اشتیاق احمد بھی ایسی پختگی اور للہیت کے ساتھ اس محاذ پر چلے کہ بڑھتے ہی چلے گئے۔ وادیٔ مرجان، جاپانی فتنہ،

سازش کا اژدھا، باطل قیامت، کئی ناول لکھے۔ جاپانی فتنہ میں ''مرزا خاسر'' کردار نے اتنی شہرت پائی کہ قادیانی منہ لٹکائے اپنی بھٹ میں چلے گئے۔ نصف درجن کے قریب آپ کے ردقادیانیت پر ناول ہوں گے۔ مرحوم نے بچوں کے اسلام میں بھی عقیدہ ختم نبوت کے حوالوں سے لکھا اور خوب لکھا۔ پہلی بار اظہار کرتا ہوں کہ ''بچوں کا اسلام'' میں ختم نبوت کے حوالہ سے فقیر کے نام سے جو مواد نشر ہوا وہ مرحوم کا تیار کردہ یا فراہم کردہ تھا۔ وہ خود لکھتے اور چھپنے کے بعد پتہ چلتا کہ فقیر کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ان کی ان محبتوں سے سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ راقم سے کتنی محبت فرماتے تھے۔

قادیانیوں نے جب مرزا قادیانی کی کتابوں کا سیٹ روحانی خزائن کے نام پر شائع کیا تو فقیر نے اس سیٹ پر حوالہ جات کی تلاش میں گرفت مضبوط کرنے کے ارادہ سے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے رسالہ ''شرائط نبوت'' سے مرزا قادیانی کی الف سے یا تک تمام گالیوں کے مجموعہ پر مشتمل حصہ کو اٹھایا اور اس پر خزائن کے حوالہ جات تخریج کر کے ٹھکا دیئے۔ اس حصہ میں حضرت کاندھلویؒ نے الف سے یا تک ردیف وار مرزا کی وہ گالیاں جن کے ابتداء میں الف آتا ہے۔ پھر وہ گالیاں جن کے اول میں با آتا ہے اسی طرح یا تک جمع کر دی ہیں۔ مرزا ملعون کی سینکڑوں سے متجاوز ان کے گالیوں کے لئے مرزا قادیانی کی مختلف کتب کے حوالہ جات خزائن سے جمع کرنے پر کئی دن لگے۔ خیال ہوا کہ ان کو چھپنا چاہئے تو اس کا نام اور ابتدائیہ لکھنے کے لئے حضرت حاجی اشتیاق احمد کا انتخاب کیا اور ساتھ ہی لکھا کہ مؤلف کے طور پر آپ کا نام آجائے تو پڑھے لکھے طبقہ میں پڑھی جائے گی۔ موصوف نے اس کا نام ''حسن کلام'' تجویز کیا۔ نہ صرف ابتدائیہ لکھا بلکہ اپنے ادارہ کی جانب سے شائع بھی کیا۔ یہ ان کی فقیر سے محبت اور بے پایاں شفقت کی ایک مثال ہے۔

آپ ہومیو پیتھک کے ڈاکٹر بھی تھے۔ فون پر بیماری بتائی جاتی۔ اگلے دن دوائی ہاتھ میں ہوتی تھی۔ جو وہ ڈاک سے بھجوادیا کرتے تھے۔ ختم نبوت کورس چناب نگر میں ایک بیان سالہا سال سے معمول تھا۔ تشریف لاتے تو مدرسہ ختم نبوت کے در و دیوار خوشی سے جھوم جاتے۔ شرکاء کورس کے چہروں پر خوشیوں کے آثار نمایاں ہوتے۔ آخر کیوں نہ ہو کہ وہ خوشیاں بانٹنے والے انسان تھے۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مرحوم کے دور سے چلے آرہے تھے۔ غرض وہ بہت ہی محبوب رہنما تھے اور ختم نبوت کے محاذ پر ان کی مثبت اور مسلسل پرامن جدوجہد ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ مثبت کام کو پذیرائی ملتی ہے اور اس کی دلیل حضرت الحاج اشتیاق احمد مرحوم تھے۔ بچوں کی دنیا کو عقیدۂ ختم نبوت سے روشناس کرانے کے لئے ان کا کام آگے بڑھانا کس کے حصہ میں آتا ہے؟ یہ فیصلہ تاریخ کرے گی۔ لیکن ان کے جنازہ نے تو یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کی تمام مساعی کو اللہ رب العزت نے شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ فالحمدللہ!

خطیب العصر حضرت مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہؒ کی رحلت:

۳؍ دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات مولانا سید عبدالمجید ندیمؒ بعارضہ قلب راولپنڈی میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. درگ ضلع لورالائی (کوہ سلیمان) میں حضرت سید حبیب سلطان مرحوم کا مزار مبارک ہے۔ ان کے صاحبزادے سید غلام حیدرؒ شاہ تھے۔ ان کے صاحبزادے سید غلام سرورؒ تھے۔ جو اذہ ''کھڈ بزدار'' اور ''ترمن'' کے قریب ڈیرہ اسماعیل خان اور تونسہ کی شاہراہ انڈس پر مشرقی جانب واقع بستی ''لاشاری'' میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ سید غلام سرور شاہ کے ہاں ۱۹۴۱ء میں صاحبزادہ عبدالمجید پیدا ہوئے۔ جو آگے چل کر خطیب العصر مولانا سید عبدالمجید ندیم کے نام سے چہار دانگ عالم میں مشہور ہوئے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم نے سات سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے سایہ عاطفت میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔

قارئین کے لئے یہ امر تعجب کا باعث ہوگا کہ دنیائے خطابت کے بے تاج بادشاہ مولانا عبدالمجید ندیم شاہ صاحب نے سکول کی تعلیم ایک دن بھی حاصل نہ کی۔ اپنے رفیق طلباء سے عربی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد نستعلیق اردو لکھنے پڑھنے اور بولنے کی مہارت یا قدرے انگریزی سمجھنا اور بولنا یہ آپ کے ذاتی مطالعہ کا حاصل تھا۔ خط بہت ہی عمدہ اور نفیس تھا۔

مولانا سید غلام سرور صاحبؒ کے قریبی دوست مولانا عبدالحق صاحبؒ تھے جو دیوبند کے فاضل اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کے شاگرد تھے۔ ان سے مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے فارسی اور ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ بستی لاشاری سے مولانا عبدالحق صاحب کا گاؤں ''وہوا'' جہاں سید ندیم صاحب پڑھنے کے لئے جاتے تھے دس بارہ میل کی مسافت پر ہوگا۔ جمعرات شام کو سائیکل پر گھر آجاتے۔ پھر جمعہ شام واپس پڑھنے کے لئے وہوا پہنچ جاتے۔ ایک دفعہ مدرسہ سے چلے تو بارش ہوگئی۔ سائیکل چلانا مشکل تھا۔ سائیکل سمیت پیدا چلتے رہے۔ اندھیرا ہوگیا تو دو درندے غراتے ہوئے دائیں بائیں سائیکل کے ساتھ ہوگئے۔ مولانا عبدالمجید ندیم شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں پہلے تو سمجھا کہ کتے ہیں۔ قریب ہوئے تو وہ مہیب ناک

بھیڑیئے تھے۔ میرے پاس سائیکل میں ہوا بھرنے کے لئے پمپ تھا وہی سائیکل پر مارتا تھا اور پیدل چلتا رہا۔ وہ بھی ساتھ رہے۔ میں نے سفر کے ساتھ ساتھ سورۃ یٰسین کی تلاوت بھی شروع کر دی۔ یہ سفر اسی حالت میں طے ہوا۔ بھیڑیئے حملہ کے لئے جھپٹتے تو پمپ سائیکل پر مارتا وہ محتاط ہو جاتے۔ یوں چار پانچ میل سفر ہوا۔ آبادی آئی اور میری جان میں جان آئی۔ وہ بھاگ گئے اور میں تلاوت کرتا ہوا گھر پہنچا تو عشاء کے بعد کا خاصہ وقت ہو چکا تھا۔ والدہ نے میری بپتا سنی تو ان کی حالت دیدنی ہوگئی۔

مولانا سید عبدالمجید صاحب نے صرف ونحو اور منطق کی دیگر تعلیم حضرت مولانا ظہور الحق، حضرت مولانا منظور الحق صاحب کے پاس دارالعلوم کبیر والا سے حاصل کی۔ ڈیرہ اسماعیل خان، کراچی اور لاہور کے بھی مختلف مدارس میں پڑھتے رہے۔ پھر گوجرانوالہ میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحبؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ تکمیل کے لئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی داخل رہے۔ گوجرانوالہ اور کراچی تعلیم کے دوران بھی مساجد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ کراچی آپ کے قیام کا زمانہ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء کا ہے۔ اب مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے خطابت میں پرواز شروع کی۔ اس زمانہ میں آج کی نسبت بڑے بڑے خطیبوں کا دور دورہ تھا۔ اس دور میں خطابت میں مقام پیدا کرنا خاصہ جگر گردہ کا کام تھا۔ مگر مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے یہ بھی کر دکھایا۔ اپنی طرز خطابت کے خود موجد تھے۔ آپ کی خطابت کا انداز بیسیوں نوجوان خطباء نے اپنایا۔ مگر آپ نے کسی کا طرز خطابت اپنانے کی بجائے اپنی طرز خطابت کا لوہا منوایا۔ آپ نے کراچی کے بعد ملتان کو اپنا گھر بنایا۔ تنظیم اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہوئے تو ابتداء میں پنجاب، پھر پاکستان، پھر دنیا بھر میں آپ کی خطابت کے غلغلے بلند ہوئے۔

نصاب کے مسئلہ پر تنظیم اہل سنت سے مولانا سید عبدالمجید ندیمؒ، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے علیحدہ جماعت مجلس تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ بہت سارے اس دور کے نوجوان خطباء ان کے کارواں میں شریک ہوئے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیۃ علماء اسلام کے لئے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ صاحب ان پر بھرپور محبت بھرا اعتماد فرماتے تھے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بے جگری سے حصہ لیا۔ یہی وہ آپ کی بھرپور محنت تھی کہ جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دونوں جماعتوں کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بنے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔

آپ نے برطانیہ کا ۱۹۷۹ء میں پہلا سفر کیا۔ مجموعی طور پر آپ کے برطانیہ کے ۱۳۲ اسفار ہوئے۔ ۱۹۸۳ء میں انڈیا کا تبلیغی سفر ہوا۔ غرض افریقہ، یورپ، ایشیاء کے تمام ملکوں کا آپ نے بارہا تبلیغی سفر کیا۔ جہاں گئے اپنی خطابت کی دھاک بٹھا کر آئے۔ آپ نے آدھی سے بھی زائد دنیا میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم نظریاتی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے اور اس پر کبھی بھی کوئی مصلحت حاشیہ خیال میں بھی نہیں آنے دی۔ قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے موقف کے ہمیشہ علمبردار رہے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب حضرت خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے بیعت تھے اور آپ سے بہت ہی محبت واحترام کا ہمیشہ رشتہ رکھتے تھے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اکابر کے اسماء مبارکہ کے ساتھ عموماً ''خواجہ'' کے لفظ کا اضافہ ہوتا ہے۔ جیسے خواجہ محمد معصومؒ، خواجہ دوست محمد قندھاریؒ، خواجہ محمد عثمانؒ موسیٰ زئی، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ بھی اپنے زمانہ میں نقشبندی، مجددی سلسلہ کے امام تھے۔ لیکن آپ نے کبھی نام کے ساتھ خواجہ نہیں لکھا۔ بہت کم دوستوں کو معلوم ہوگا کہ آپ کے نام کے ساتھ ''خواجہ'' کے لفظ کے اضافے کا آغاز اپنے خطاب اور کلام میں سب سے پہلے مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب نے شروع کیا اور پھر یہ ایسے متعارف ہوا کہ اصل نام کا گویا جزو ہی بن گیا۔ یہ صرف اور صرف مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب کی مریدانہ محبت کا پرتو ہے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم خوب نفیس اور نستعلیق قسم کے انسان تھے۔ زندگی بھر جن دوستوں کو خطاب کے لئے وقت دیتے اپنی شرائط کے ساتھ وقت عنایت کرتے تھے اور داعی کے لئے ان شرائط کی پابندی لازمی تھی۔ اشتہار، سٹیج، سپیکر، سواری، رہائش، احتیاطی کھانا تمام تفصیلات ارشاد فرما دیتے۔ اس سے انہوں نے زندگی بھر بے تاج بادشاہی کی۔ وہ خطیب ایسے تھے کہ دوست بلاتے اور خوب بلاتے، ایک زمانہ میں کوئی بڑا جلسہ ان کے بغیر نہ ہوتا تھا اور خطاب بھی ایسا لاجواب کہ دنیا عش عش کر اٹھتی۔ آپ کے خطابات کے کئی مجموعہ شائع ہوئے۔ اب ان کی اولاد کے ذمہ بنتا ہے کہ وہ ان تمام کو شائع کر کے سستے داموں جن کا خریدنا لوگوں کی دسترس میں ہو مہیا کریں تاکہ آپ کا فیض جاری وساری رہے۔ ان کی زندگی پر کتاب بھی آنی چاہئے کہ وہ تاریخ ساز شخصیت تھے۔

مولانا سید عبدالمجید نے عقیدۂ توحید کی ترویج واشاعت، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور مدح صحابہ کرامؓ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ بجا طور پر وہ ایک نظریاتی خطیب تھے۔ رد رفض میں ان کی بعض مجالس کی گفتگو اپنے مطالعہ کے حوالہ سے محل نظر

ہوگی۔ امام اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ نے اس پر بھرپور نقد بھی قائم فرمایا۔ لیکن سب دوستوں کے لئے یہ انکشاف خوشی کا باعث ہوگا کہ فقیر راقم جب تعزیت کے لئے آپ کے مکان پر گیا تو سید عبدالباسط ندیم، سید مفتی فیصل ندیم اپنے بھائیوں کی موجودگی میں سید فاروق شاہ ندیم نے فرمایا کہ ایک بار انٹرنیٹ پر ایک صفحہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا لکھا ہوا دیباچہ کسی کتاب کا ملا۔ وہ میں نے اپنے والد گرامی سید عبدالمجید ندیم کو پڑھایا۔ جس میں خواجہ خان محمد صاحبؒ نے تحریر فرمایا تھا کہ: ”جو لوگ یزید بدنصیب کی حمایت کرتے ہیں ان کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔“ یہ پڑھتے ہی سید عبدالمجید ندیم جھوم جھوم اٹھے اور بار بار بڑی بشاشت سے تکرار کے ساتھ فرمانے لگے کہ یہ بڑی پتہ کی اہم اور قیمتی بات ہے۔ یہ بات میرے شیخ حضرت خواجہ صاحب جیسا کامل شخص ہی فرما سکتا ہے۔

سید فاروق شاہ صاحب کے اس انکشاف پر مجھے جو حیرت انگیز خوشی ہوئی اچھا ہوا کہ قارئین بھی اس میں شریک ہوجائیں۔ شاید کسی کے دل میں اتر جائے تو بھلا ہوجائے گا۔ تمام صحابہ کرامؓ کے ہم غلام ہیں۔ مگر یزید کے فسق وفجور کی وکالت اور خانوادہ اہل بیتؓ پر اس کے مظالم کی جو اس پر پھٹکار ہے اس کی بے جا تاویلات سے اللہ رب العزت ہر مسلمان کو بچائے، کہیں یہ بات قیامت کے دن خود شفیع المذنبینﷺ کے سامنے ندامت کا باعث نہ بن جائے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ! حق تعالیٰ ہم سب کو آقائے نامدارﷺ کے اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ کا صحیح معنوں میں احترام نصیب فرمائے کہ اس کے بغیر ایمان کی حلاوت نصیب ہی نہیں ہوتی۔

مولانا سید عبدالمجید ندیم کی نماز جنازہ ان کے صاحبزادہ مفتی سید فیصل ندیم نے پڑھائی۔ ان کے بھرپور جلسوں کی طرح ان کے جنازہ میں بھی بڑی بھرپور حاضری تھی۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم امسال اکتوبر ۲۰۱۵ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔ اس میں بھی شرکت فرمائی۔ کانفرنس میں خطاب کے دوران فرمایا کہ: ”اس کانفرنس میں میری زندگی کی آخری بار شرکت ہے۔“ اس پر مجمع تو افسردہ ہونا تھا خود ان کی آواز بھی بھرا گئی۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ ان کا یہ کہا ایسا صحیح ثابت ہوا کہ یہ بیان صرف اس کانفرنس کا آخری بیان نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ ان کی زندگی کا آخری عوامی بیان ثابت ہوا۔ اس کے بعد اپنی قائم کردہ مسجد میں جمعہ کے خطابات تو ارشاد فرمائے لیکن عوامی آخری خطاب ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ آمین!

صوفی ریاض الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال:

۶؍دسمبر ۲۰۱۵ء کو جناب صوفی ریاض الحسن گنگوہی ڈیرہ اسماعیل خان میں وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! جناب صوفی ریاض الحسن صاحب قصبہ گنگوہ انڈیا سے تعلق رکھتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں آ کر آباد ہوئے۔ صوفی ریاض الحسن گنگوہیؒ کا بیعت کا تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں کے حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سے تھا۔ حضرت کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے اس تعلق کو قائم کیا۔ صوفی صاحب مرحوم خوب متحرک آدمی تھے۔ آپ نے کمشنری بازار ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک متروکہ جگہ قادیانیوں سے واگزار کرا کر محکمہ اوقاف سے قانونی تقاضوں کو پورا کر کے حاصل کی اور پھر اسے ختم نبوت مسجد و مدرسہ کے لئے مختص کردیا۔ اس کے لئے انہوں نے انتھک محنت کی۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ان کی مساعی کو بنیادی درجہ حاصل تھا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی ہدایات پر مفکر ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے، صوفی ریاض الحسن صاحب دست وبازو تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بھرپور کام کرنے کا جذبہ ودیعت فرمایا تھا۔ جس کام کے لئے ڈیوٹی لگ جاتی اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔ عرصہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ لیکن دل ودماغ بالکل جوان تھا۔ آپ کی تمام تر اولاد برسر روزگار ہے۔ جناب قاری خالد گنگوہی صاحب نے مسجد ومدرسہ اور مجلس کے کام کو سنبھالا ہوا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے پڑھائی۔ عالمی مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے اگلے روز جناب شعیب گنگوہی کی دستار بندی کرائی۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے ڈیرہ جاکر تعزیت کی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت:

۱۱؍دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ، رات سوا دس بجے یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر والے وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! میانوالی سے راولپنڈی روڈ پر جائیں تو چکڑالہ موڑ سے دس بارہ کلومیٹر آگے راولپنڈی کی جانب گاؤں آتا ہے جسے ”ڈھوک زمان“ کہتے ہیں۔ یہاں پر اعوان برادری کے چشم وچراغ مولانا یار محمد صاحبؒ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد عبداللہ رکھا گیا۔

یہ ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ یہی محمد عبداللہ آگے چل کر یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ کہلائے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر اور قرب وجوار میں حاصل کی۔ پھر مسجد زرگراں میانوالی میں حضرت مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کے پاس مزید تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں پڑھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا محمد عبداللہ مسجد زرگراں مدرسہ تبلیغ الاسلام میں زیر تعلیم اور دفتر ختم نبوت کے انچارج ہوتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر صوفی ایاز احمد خان نیازی، نائب صدر مولانا محمد رمضان صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ کو بنایا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت میری عمر سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ آپ ان دنوں شرح وقایہ والے سال پڑھتے تھے۔ آپ دفتر کے بھی انچارج تھے۔ مرکز سے رابطہ اور ان کے پروگرام کی روشنی میں میانوالی ضلع بھر میں تحریک کو آگے بڑھانا آپ کے دم قدم سے تھا۔ تحریک سے قبل وہاں ختم نبوت کانفرنس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ نے خطاب فرمایا تھا۔

مولانا محمد رمضانؒ، صوفی ایاز خان نیازیؒ، صوفی عبدالرحیم نیازیؒ، صوفی شیر محمدؒ زرگر، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا پیر شاہ عالم، مولانا محمد عبداللہ اور دیگر حضرات نے میانوالی سے تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ۳ اپریل کو گرفتار ہوئے اور ۱۸ جولائی ۱۹۵۳ء کو رہا ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یادداشتیں مولانا محمد عبداللہ نے کتاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے لئے تحریر فرمائیں جو نئے ایڈیشن کے ص ۴۲۲ سے ص ۴۵۰ پر مشتمل شائع شدہ ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء ثانی تک مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ اس سے پہلے مجلس احرار اسلام سے تعلق تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء کے بعد باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے استعفاء دیا۔ جو صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قبول فرمایا۔ وہ ماہنامہ لولاک میں پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باضابطہ جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ پہلے ضلع میانوالی ان دنوں بھکر بھی میانوالی کی ایک تحصیل تھی۔ پھر سرگودھا ڈویژن۔ اس کے بعد بار ہا پنجاب کے جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب جمعیۃ علماء اسلام میں آپ کے استاذ مولانا محمد رمضان مرحوم ایک طرف تھے۔ لیکن آپ برابر حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور بعدہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے ساتھ رہے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا مجلس ختم نبوت سے جمعیۃ علماء اسلام میں جانا۔ یہ جمعیۃ اور مجلس کے رہنماؤں کے باہمی تعاون کے فیصلوں پر عمل درآمد کا حصہ تھا۔ مولانا محمد عبداللہ تادم واپسیں جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے مرکزی سرپرست اعلیٰ تھے۔

حق تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ صاحب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء غرض تینوں تحریکوں میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ جب بھی ملتان تشریف لاتے آپ کا قیام ہمیشہ دفتر ختم نبوت میں ہوتا۔ ختم نبوت کانفرنس ہائے چنیوٹ پھر چناب نگر میں شرکت سے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ مجلس کے ایک ایک کام پر نظر رکھتے تھے۔ تعاون، سرپرستی، رہنمائی اور اصلاح فرماتے تھے۔ ختم نبوت کے کام کے دل وجان سے معترف تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بہت صاف ستھرا لکھنے کا ذوق رکھتے تھے۔ اپنا مافی الضمیر تحریر کے ذریعہ سمجھانے کے ماہر تھے۔ ذوق انتہائی نفیس تھا۔ گفتگو ہمیشہ اتنی پاکیزہ اور بے عیب ہوتی تھی کہ دشمن بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ فقیر نے ایک دفعہ ایک مجلس میں شیعہ حضرات کی کسی عبادت گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام باڑہ کا لفظ استعمال کیا۔ فوراً ٹوک دیا۔ فرمایا: امام بارگاہ کہو۔ وہ حضرات اپنی عبادت گاہ کو امام بارگاہ کہتے ہیں۔ امام باڑہ کہنا ان کے نام کو بگاڑنا ہے۔ جو اخلاقاً درست نہیں۔ ان کے امام ہمارے بھی رہنما اور بزرگ تھے۔ ان کی نسبت سے قائم جگہ کو باڑہ کہنا کتنا توہین آمیز ہے؟ اختلاف اپنی جگہ، اخلاقی قدروں کو پامال نہیں کرنا چاہئے۔ زندگی میں ایک تو اس غلطی کا پہلی بار احساس ہوا۔ ورنہ ما بدولت تو ہمیشہ یہی سوقیانہ نام استعمال کرتا تھا۔ دوسری یہ بات سمجھ آئی کہ زندگی بھر آپ نے پہلے ماہنامہ انوار مدینہ پھر ماہنامہ مناقب کے ذریعہ عظمت صحابہؓ واہل بیتؓ کی جنگ لڑی۔ لیکن طبیعت میں اعتدال کا یہ عالم تھا کہ علیحدگی میں بھی غیر مناسب وناز یبا الفاظ کا استعمال ان پر گراں گزرتا تھا۔ یہی وہ آپ کی خوبیاں تھیں جس نے آپ کو دوستوں وغیروں کی نظروں میں باوقار بنادیا تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب ریکارڈ رکھنے کے خوگر تھے۔ ایک ایک پرزہ سنبھال کر رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری قومی تاریخ کا اپنے اندر بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔ مولانا محمد عبداللہ کریم النفس، درویش منش، اجلی سیرت کے رہنما تھے۔ ان کا وجود خیر وبرکت کا خزانہ تھا۔ وہ انتہائی زیرک اور شریف انسان تھے۔ ان سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا۔ آپ جب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے تو آپ کا قد ۵ فٹ گیارہ انچ تھا۔ یہ آپ نے خود تحریر کیا ہے۔ یہ آغاز جوانی تھا۔ بعد میں کتنا اضافہ ہوا وہ سب کے سامنے

ہے۔ خوب دراز قد، خوب کتابی کھلا اور وجیہ گورا چٹا، چہرہ دل لبھانے والا تھا۔ کھلی پیشانی، عقابی نظریں، ستواں ناک، دل کی طرح سینہ بھی دراز۔ غرض وسیع القلب ووسیع الصدر تھے۔ سفید وجیہہ چہرہ پر سفید داڑھی حسن کی بلندیوں کو چھوتی اور دلوں کو لبھاتی تھی۔ مولانا ہمیشہ سفید لباس استعمال کرتے تھے۔ شاید شلوار بھی استعمال کرتے ہوں۔ لیکن اکثر آپ چادر استعمال کرتے تھے۔ کندھے پر اکثر کلاچی کی لنگی ہوتی تھی۔ پگڑی ہمیشہ پشاوری استعمال کرتے تھے۔ چلنے میں علم کا وقار، متانت وسنجیدگی لئے ہوئے جس مجلس میں ہوتے اہل مجلس کی نگاہوں کا مرکز ہوتے تھے۔ بہت کم گو تھے۔ مگر جب بولتے تو موتی رولتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں نے آپ کو ہردل عزیزی اور محبوبیت کے مقام پر فائز کرایا تھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا بیعت کا تعلق بنیادی طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا اور آخر تک آپ اسی ہی خانقاہ کی زلفوں کے اسیر رہے۔ حضرت رائے پوریؒ کی تربیت نے آپ کو سراپا تبع شریعت وطریقت بنادیا تھا۔ ذکر وفکر میں کمال، عبادت وریاضت میں استغراق وفنائیت نے آپ کو بلند مقام پر فائز کردیا تھا۔ وہ اس دھرتی پر علم وعمل کا نمونہ تھے۔ نہ صرف نمونہ بلکہ نمونہ اسلاف تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے بعد آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی مرحوم سے رشتہ بیعت استوار کیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے قائم کیا اور ایسا قائم کیا کہ اب آپ کا جنازہ بھی خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد نے پڑھایا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ بھکر والوں نے اپنے مشائخ عظام کا جس طرح احترام کیا وہ آج کل کی نسل کو سمجھانا مشکل ہے۔ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ مولانا محمد عبداللہ صاحب گھنٹوں مجلس میں بیٹھتے تو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے سامنے ایسے مؤدب ہوکر بیٹھتے کہ گویا علی رأسہ طائر کا مصداق بن جاتے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اسہال علالت کے باعث چناب نگر ختم نبوت پر تشریف نہ لائے۔ لیکن اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا عتیق اللہ صاحب کو اپنی نمائندگی کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبداللہ بہت ہی جفاکش، محنتی اور بھرپور جذبہ رکھنے والے مشنری اور نظریاتی عالم دین تھے۔ ان کی ذات سے بہت ہی خیروبرکت کی یادیں وابستہ تھیں۔ ان کے وصال نے تاریخ کا ایک باب بند کردیا۔

گزشتہ کچھ دنوں سے کمر کے مہروں میں درد شروع ہوا۔ بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال جانے کا فیصلہ ہوا۔ گھر سے اپنے قائم کردہ جامعہ قادریہ میں تشریف لائے۔ تمام طلباء واساتذہ سے فرداً فرداً مصافحہ وملاقات کی۔ بہاول پور گئے۔ علاج شروع ہوا۔ مہروں کا قریباً پانچ گھنٹے آپریشن ہوا۔ جوانوں کی طرح دل کام کررہا تھا۔ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر صاحبان بہت مطمئن تھے کہ آپریشن کامیاب رہا۔ آپ کے جسم میں بھی خوب حرکت آگئی۔ سب مطمئن تھے۔ لیکن تقدیر تو بہرحال تقدیر ہے۔ آپریشن کے بعد غذا میں کمی ہوگئی۔ کوئی چیز کھانے پینے کو طبیعت نہ کرتی تھی۔ اس سے نہ صرف کمزور ہوئے بلکہ بلڈ پریشر کم ہوا۔ وزن کم ہوا۔ جسم میں قوت مدافعت کی کمی ہوئی۔ ایسی کمی ہوئی کہ دنیا میں آنکھ بند کی اور جنت میں جا کھولی۔ بہاول پور سے پھر ایمبولینس کے ذریعہ سفر شروع ہوا۔ جسد خاکی پھر جامعہ قادریہ بھکر صبح ساڑھے تین بجے لایا گیا۔ جب گئے تھے تو ملاقاتیوں کے دل دھڑکتے تھے۔ اب واپس تشریف لائے تو ملاقاتیوں کی آنکھیں چھلکتی تھیں۔ آپ کی وفات کی خبر ملک بھر میں پھیلی۔ جس نے خبر سنی دم بخود ہوگیا۔ اگلے دن بھکر کے سب سے بڑے اسٹیڈیم میں جنازہ ہوا جو ملک کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ جب کہ بھکر شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ عام قبرستان میں ابدی نیند سوگئے۔ اب اس دن اٹھیں گے جب کہ پوری انسانیت اٹھے گی۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ جنت میں آپ کو اعلیٰ مقام ارزاں ہو۔ وہ حق تعالیٰ کے مقرب تھے۔ اللہ رب العزت انہیں اپنا اور قرب نصیب فرمائیں۔ ان کی وفات پر دل بے قابو ہے۔ دل روتا ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ ان کی جدائی نے غمگین کردیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سب کے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!☆☆☆

مولانا قاری عبدالرشید شہداد پور والوں کو صدمہ

شہداد پور... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شہداد پور ضلع سانگھڑ کے سرپرست، مدرسہ دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور کے حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب المعروف چھوٹے قاری صاحب کے سسر گزشتہ دنوں ظریف شہید (پنجاب میں) انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت قاری صاحب اس دن سکھر تھے، اطلاع ملنے پر سسر کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔ بندہ راقم (مولانا محمد علی صدیقی) اس دن شہداد پور کی رحمانیہ مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر تھا۔ قاری صاحب کی اولاد سے ان کے نانا جان کی وفات پر تعزیت کی، دو دن بعد قاری صاحب سے فون پر تعزیت کی۔ مولائے کریم قاری صاحب کے سسر کے درجات بلند فرمائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام احباب قاری صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا
تین روزہ تبلیغی دورہ

منڈی بہاؤالدین.... (مولانا محمد قاسم سیوطی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی منڈی بہاؤالدین اور گجرات کے اضلاع کے تین روزہ دورہ پر تشریف لائے۔ آپ کے تبلیغی دورہ کا آغاز ''رکن'' سے ہوا۔ جامعہ رحمانیہ رکن ۲۵ رنومبر کو ۱۱ بجے قبل از دوپہر بنات وخواتین کے اجتماع سے خطاب کیا، مردوں کی بھی خاصی تعداد جمع تھی۔ آپ نے خواتین اسلام کی دین اسلام کی دعوت وتبلیغ اور نشرواشاعت کے سلسلہ میں خدمات پر روشنی ڈالی۔ جامعہ کی طالبات سے استدعا کی کہ وہ قرآن وحدیث صرف تعلیم کی خاطر نہ پڑھیں بلکہ عمل کی نیت سے تعلیم حاصل کریں۔

پاھروال میں صوفی محمد امیر اوران کے مدرسہ کے اساتذہ کرام سے ملاقات کی۔

ملک وال ظہر کی نماز مولانا عزیز الرحمن خورشید کی اقتداء میں ملک وال میں ادا کی۔ مولانا خورشید کچھ عرصہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگودھا میں مبلغ رہے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد رمضان علوی راولپنڈی مجلس کی مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ معروف عالم دین، ادیب وخطیب، کالم نگار مولانا سعید الرحمن علوی آپ کے بھائی تھے۔

واڑہ عالم شاہ... بعد نماز مغرب واڑہ عالم شاہ کی جامع مسجد میں مولانا افتخار احمد، حافظ ذوالفقار کی دعوت پر خطاب کیا، جبکہ رات کا قیام شیھاری میں مفتی افتخار احمد کے ہاں رہا۔

شیھاری میں درس... آپ نے شیھاری کی جامع مسجد میں صبح کی نماز کے بعد درس دیا۔

دارالقرآن والسنۃ منڈی بہاؤالدین میں مولانا سہیل احمد کی دعوت پر ۱۱ بجے خواتین وبنات سے خطاب کیا۔ نیز مولانا عبدالماجد شہیدی، قاری عبدالواحد، مولانا مسعود خوشابی، مولانا جاوید اقبال شاہ اللہ اور دوسرے رفقاء سے ملاقات کی۔ مدرسہ میں منڈی بہاؤالدین شہر کے علماء کرام سے مختلف دینی امور پر مشاورت کی۔

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکریٹری کے اعزاز میں استقبالیہ میں شرکت:

جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم مولانا فضل الرحیم اشرفی مدظلہ کا حکم نامہ ملا کہ جامعہ اشرفیہ نے اسلام آباد پنجاب ہاؤس میں ۲۶ رنومبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب ۶ بجے دعوت استقبالیہ کا اہتمام کیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کرنا ہے۔ چنانچہ مولانا شجاع آبادی راقم الحروف کی معیت میں راولپنڈی اور راولپنڈی کے مبلغ مولانا زاہد وسیم کو ساتھ لے کر اسلام آباد پہنچے۔ اسلام آباد دفتر سے مولانا محمد طیب کو ساتھ لیا، ٹھیک ۶ بجے پنجاب ہاؤس میں پہنچے۔ جہاں مولانا فضل الرحیم، مولانا اسعد عبید، مولانا مجیب الرحمن انقلابی اور جامعہ اشرفیہ کے عملہ نے استقبال کیا۔ استقبالیہ تقریب کا آغاز ۶ بجے شب قاری بزرگ شاہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا فضل الرحیم مدظلہ نے رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی اور دیگر مہمانانِ گرامی کو خوش آمدید کہا اور جامعہ اشرفیہ کی تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالی۔

مہمانانِ گرامی عبدہ محمد بن ابراہیم عتیق ریجنل ڈائریکٹر رابطہ عالم اسلامی پاکستان جناب محمد بن سعد الدوسری، مدیر کتب الدعوۃ اسلام آباد، جناب احمد بن یوسف الدرویش حفظہ اللہ صدر بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد تھے۔ شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے دارالعلوم دیوبند کا مقصد تاسیس، دارالعلوم دیوبند سے منسلک علماء کرام کے مسلک، دین اسلام کی آبیاری، دارالعلوم سے منسلک علماء کرام کی سعودی عرب اور عالم اسلام کے لئے خدمات پر روشنی ڈالی۔ تقریب کی صدارت وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف خان نے کی۔ خطبہ استقبالیہ جامعہ اشرفیہ کے ناظم مولانا اسعد عبید نے پڑھا۔ جامعہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے استاذ الحدیث مولانا ڈاکٹر سعید عنایت اللہ نے دارالعلوم دیوبند اور اس سے منسلک مدارس کی طرز تعلیم، روحانی تربیت اور دین حقہ کی حفاظت عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قربانیوں پر روشنی ڈالی۔

مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ عبداللہ ابن عبدالمحسن الترکی نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے علماء کرام، مشائخ عظام کی زیارت کا موقع فراہم کیا۔ انہوں نے رابطہ عالم اسلامی کے مقاصد، ضرورت اور خدمات پر روشنی ڈالی۔ نیز انہوں نے پاکستان کو اپنا دوسرا گھر قرار دیا اور خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی طرف سے خیرسگالی کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا کہ خادم الحرمین الشریفین پاکستان اور اہل پاکستان سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔

وفاقی وزیر مذہبی امور نے اردو میں خطاب کیا جبکہ اس کا ترجمہ ڈاکٹر سعید عنایت اللہ نے کیا۔

استقبالیہ تقریب میں جمعیت علماء اسلام کے مولانا محمد امجد خان، مولانا حامد الحق حقانی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد طیب، مولانا زاہد ویسم، اہلسنت والجماعت کے مولانا محمد احمد، عالمی انجمن خدام الدین مولانا محمد اجمل قادری، مسلم لیگی ایم پی اے مولانا محمد الیاس چنیوٹی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا ظہور احمد علوی اور اسلام آباد، لاہور کے علماء کرام نے شرکت کی۔ تقریب تقریباً آٹھ بجے تک جاری رہی۔

مولانا شجاع آبادی نے جب مولانا سعید احمد عنایت اللہ سے مصافحہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ لوگ مجھے ملے بغیر نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ایک گھنٹہ تک مولانا سعید احمد کی مجلس میں رہے اور رات کو قیام دفتر ختم نبوت اسلام آباد میں رہا۔

جامعہ حنفیہ جہلم میں: ۲۷ر نومبر جامعہ حنفیہ جہلم کے مہتمم مولانا قاری محمد ابوبکر سے صبح ۹ بجے ملاقات کی اور جہلم میں قادیانیوں کی اشتعال انگیزی، قرآنی اوراق کو نذر آتش کرنے اور قادیانیوں کی چپ بورڈ کی فیکٹری میں آتشزدگی سے پیدا شدہ صورت حال پر آگاہی حاصل کی۔ اس ملاقات میں آزاد کشمیر اور جہلم کے مبلغ مولانا مفتی خالد میر بھی شریک ہوئے۔

خطبہ جمعہ: جامع مسجد چھوکر خورد میں مولانا قاری محمد طیب کی دعوت پر دیا۔ جہلم سے چھوکر خورد جاتے ہوئے چند منٹ پنجاب کالج کھاریاں کے پرنسپل جناب خالد مرزا سے ملاقات کی اور انہیں اپنے تبلیغی دورہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ چھوکر خورد قدیمی مدرسہ ہے جس کے بانی مولانا بدرالدین اور ان کے بیٹے مولانا منظور احمد تھے۔ مولانا منظور احمد نے چند ماہ قبل انتقال فرمایا۔ مدرسہ کی برکت سے علاقہ میں دینی رونقیں نظر آئیں اور دل سے دعائیں نکلیں کہ ایک عالم دین کی مساعی جمیلہ سے علاقہ کی کایا پلٹ گئی۔

مرکزی جامع مسجد بھدر: مولانا عطاء اللہ باہمت عالم دین ہیں۔ برلب روڈ شاندار مسجد کے خطیب اور مدرسہ کے منتظم ہیں۔ ان کی دعوت اور ان کے بھائی مولانا ضیاء اللہ کے اصرار پر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عصر کی نماز کے بعد مختصر خطاب کیا۔

دولت نگر میں جلسہ ختم نبوت: ۲۷ر نومبر مغرب کی نماز کے بعد مولانا قاری غلام غوث کی دعوت پر جامع مسجد نور میں جلسہ ختم نبوت سے راقم محمد قاسم سیوطی اور مولانا شجاع آبادی کے خطابات ہوئے۔ صوبیدار اللہ رکھا بیدار مغز جماعتی بزرگ ہیں۔ مجلس کے کاموں میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔ کوٹلہ عرب علی خان سے خصوصیت کے ساتھ جلسہ میں شریک ہوئے۔

الحمدللہ! مولانا شجاع آبادی کا تین روزہ تبلیغی دورہ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ مولانا گوجرانوالہ کے راستہ ملتان تشریف لے گئے۔ ☆☆☆

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں تقریری مقابلہ

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم نگران اعلیٰ مولانا حبیب الرحمن کا ٹیلی فون آیا کہ ۳ر دسمبر بعد نماز عشاء جامعہ کے طلبا کا تقریری مقابلہ رکھا ہے۔ جس کا عنوان ہوگا ''تحفظ ختم نبوت اور اکابرین علماء دیوبند'' منصفی کے فرائض آپ نے سرانجام دینے ہیں۔ چونکہ جامعہ بندہ کا مادر علمی بھی ہے۔ بندہ نے ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء دورۂ حدیث شریف جامعہ ہذا سے کیا تھا تو استاذ محترم کے حکم پر جامعہ میں حاضری ہوئی۔ تقریب کی صدارت مولانا محمد احمد بہاولپوری مدظلہ استاذ الحدیث جامعہ نے کی۔ تقریب سے عبدالمتین بلوچستانی درجہ عالیہ، محمد عثمان احمد پوری درجہ خاصہ، حفیظ احمد بلوچستانی درجہ ثالثہ، محمد عمر ظہور خیر پوری درجہ عالیہ، محمد اکبر کلیم آبادی درجہ خامسہ، امجد علی دہاڑی درجہ ثالثہ، عبدالخالق ملتانی درجہ رابعہ، شاہد منظور راجن پوری درجہ عالیہ، طاہر خان بلوچستانی درجہ عالیہ، طاہر خان بلوچستانی درجہ عالیہ، محمد نوید سہ کوٹی درجہ خامسہ، اعظم طارق محمد سعی درجہ عالیہ، محمد آصف جلال پوری درجہ عالیہ، محمد ذوالقرنین نور شاہ گیلانی درجہ ثالثہ، محمد قاسم دنیاپوری درجہ عالیہ، محمد اشفاق جلال پوری درجہ عالیہ، محمد افضل معاویہ بہاولپوری درجہ عالیہ، محمد تنویر قائد آبادی درجہ عالیہ نے مقابلہ میں شرکت کی تمام طلبا نے جم کر گفتگو کی اور موضوع کے مطابق کی، سوائے دو تین حضرات کے۔ راقم کے علاوہ مولانا منیر احمد ریحان، مولانا محمد عمران منصف قرار پائے تھے۔ مندرجہ بالا اساتذہ کرام نے درجہ ذیل طلبا کو انعام کا مستحق قرار دیا: محمد تنویر قائد آبادی درجہ موقوف علیہ کو اول انعام کتب اور تین سو روپے نقد دیے۔ محمد ذوالقرنین درجہ ثالثہ دوم کتب کے علاوہ دو سو روپے نقد دیے۔ محمد آصف جلال پوری سوم کو کتب کے علاوہ ایک سو روپے نقد دیے۔ نائب الشیخ مولانا حبیب احمد علی بھی کچھ دیر کے لئے شریک محفل ہوئے۔ انعامات شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور اور نگران اعلیٰ مولانا حبیب الرحمن مدظلہم نے اپنے ہاتھوں سے دیئے۔ اختتامی دعا راقم الحروف نے کرائی۔ تمام شرکا کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ بھرپور تیاری کی۔ یہ سارا فیض حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کا ہے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حاجی ریاض الحسن گنگوہیؒ کی رحلت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حاجی ریاض الحسن گنگوہی تحریک ختم نبوت کے نامور اور جانباز سپاہی تھے۔ گنگوہ شریف سے مہاجر ہوکر آئے اور ڈیرہ اسماعیل خان میں رہائش پذیر ہوگئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر بنائے گئے تو آپ بھی اپنے شیخ کے اتباع میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں شامل ہوگئے۔ اس وقت آتش جواں تھا، صوبہ خیبر پختونخواہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو منظم کرنا شروع کردیا۔ حضرت کے نائب امیر بننے کے بعد ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت شروع ہوگئی، جس میں آپ نے علاقائی سطح پر پروانہ وار حصہ لیا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا اور حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس وقت تحریک ختم نبوت اور مجلس کی قیادت فرمارہے تھے، حضرت والا کو صوبہ خیبر پختونخواہ کا تفصیلی دورہ کرایا اور وانا تک لے کرگئے۔ اس سفر میں وانا کے معروف عالم مولانا نور محمدؒ آپ کے رفیق سفر تھے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی پروانہ وار حصہ لیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے قابل اعتماد ساتھیوں میں سے تھے۔ غالباً ۱۹۷۴ء سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاقائی امیر چلے آرہے تھے اور تادم زیست یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کو مرکزی شوریٰ میں لے لیا اور تازیست مجلس کی مرکزی شوریٰ کے بھی ممبر رہے۔ ہر سال قافلہ کے ساتھ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت فرماتے کشتری بازار ڈیرہ اسماعیل خان میں مسجد پر قادیانیوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ ان سے قبضہ واگزار کرایا۔ بیس سال تک کیس لڑا، گرفتاری بھی ہوئی، جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ الحمدللہ! فیصلہ آپ کے حق میں ہوا۔ وہاں مسجد کی تعمیر شروع کی الحمدللہ! اب وہاں دو منزلہ خوبصورت مسجد اور مدرسان کی باقیات الصالحات میں سے ہے۔

۱۱ راکتوبر ۲۰۱۵ء کو ''کلی مروت'' خیبر پختونخواہ میں مفتی محمود کانفرنس تھی۔ بندہ نے کانفرنس سے واپسی پر رات کو آپ کے ہاں قیام کیا۔ صاحبزادہ قاری محمد خالد آپ کو وہیل چیئر پر لے کر آئے۔ قوت سماعت، قوت بصر کمزور تھی۔ پہچاننے کی کوشش کررہے تھے، بندہ نے آگے بڑھ کر نام بتلایا تو مسکرا پڑے، کمزوری کی وجہ سے زیادہ بول چال نہیں تھی۔ ہم نے نام لیکر ختم نبوت کہا تو بول اٹھے زندہ باد۔ بھرپور زندگی گزاری، اپنے شیخ اور مجلس پر مرمٹنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ چند سال قبل بندہ ڈیرہ اسماعیل خان گیا اور علیک سلیک اور صحت و عافیت معلوم کرنے کے بعد میں نے مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں ان کے والد کا ساتھی ہوں وہ بالا بالا ہوکر چلے جاتے ہیں۔ راقم نے خواجہ محمد زاہد شہیدؒ سے کہا کہ آئندہ جب مولانا شہر میں تشریف لائیں تو ہمارے گنگوہی صاحب کے ہاں کھانا یا چائے ضرور ہونی چاہئے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ جانا ہوا تو راقم نے قائد جمعیت سے متعلق پوچھا تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! تشریف لائے تھے اور دو ڈھائی گھنٹے میرے ہاں قیام فرمایا، کھانا چائے وغیرہ قبول فرمائی اور فرمایا کہ گنگوہی صاحب میرے چچا ہیں، کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ ۵ ردسمبر رات بارہ بجے کے قریب برادرم قاری محمد خالد گنگوہی حفظہ اللہ نے وفات کی اطلاع کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے دن ۶ ردسمبر ظہر کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ نے سرانجام دیئے اور انہیں قبرستان شہدائے اسلام ڈیرہ اسماعیل خان میں سپرد خاک کیا گیا۔ ۷ ردسمبر کو حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ کی قیادت میں تعزیت کے لئے ڈیرہ حاضری دی۔ نماز ظہر کے بعد آپ کے ایصال ثواب کے لئے منعقدہ تقریب میں شرکت کی۔ مولانا قاری خلیل احمد سراج، مولانا عزیز الرحمن جالندھری اور راقم الحروف نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور مولانا جالندھری، شیخ الحدیث مولانا اشرف علی، مولانا قاری خلیل احمد سراج نے آپ کے بڑے بیٹے پروفیسر محمد شعیب گنگوہی کو آپ کا جانشین مقرر کیا اور برادرم محمد شعیب کی دستار بندی کی گئی۔ بعد نماز عصر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ بھی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆☆......☆☆

مرزائیت اور عدالتی فیصلے!

قسط:۲

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

مرزا قادیانی عدالت وقانون کی نظر میں

مرزا قادیانی کی مقدمہ بازی:

یہ بھی مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کے ثبوت میں ایک بڑا دلچسپ باب ہے، مرزا کی تعلیم کورٹ، کچہری کی خاک چھاننے ہی کی وجہ سے ادھوری رہ گئی تھی۔ وہ خود لکھتا ہے کہ:"مقدمہ بازی میں اپنی عمر عزیز کا بہت سا حصہ اس نے ضائع کیا۔" (کتاب البریہ، خزائن:۱۸۲، ج:۱۳) اسی طرح گھر سے فرار ہوکر ۱۸۶۴ء میں سیالکوٹ کی کچہری میں رئیس قادیان ہونے کے باوجود اس نے منشی گیری کی جو ملازمت اپنائی اس ملازمت کے اپنانے میں آوارہ گردی کے علاوہ ایک بڑا سبب مقدمہ بازی بھی تھا۔ (سیرۃ المہدی:۴۳/۹۳، ج:۱) یہ مضمون زیادہ تفصیل کا تو متحمل نہیں لیکن اختصار کے اس حد تک کہ قارئین کے لئے شکایت کا باعث نہ ہو بطور نمونہ عدالتی زبان کے چند فیصلے پیش ہیں جو خود مرزا قادیانی کی زندگی میں پیش آئے۔

ناواقف مسٹروں اور منسٹروں کے سامنے مرزائی، مرزا قادیانی کے تقدس کا طبلہ بجاتے پھرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ مرزا کی زندگی کا یہ گھناؤنا پہلو زوردار آواز میں بیان کریں اور کورٹ کچہری کی زبان میں حکام وقت کو بتائیں کہ کیا دفعہ ۱۰۷ کا ملزم دفعہ ۵۰۲ کا سزا یافتہ ملزم بھی "دھرم گرو" ہوسکتا ہے؟ دنیا میں کیا ایسا بھی کوئی مذہب ہے جس کا بانی بدزبانی کا عادی مجرم ہو؟ اور کیا سیاسی سرپرستی میں چلنے والی خالص سیاسی تحریک کو مذہب اور حکومت وقت کی چاپلوس جماعت کو مذہبی جماعت قرار دیا جاسکتا ہے؟

ا:... ۲۳ راگست ۱۸۹۷ء:

دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے تحت کپتان جی ایم بلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداس پور کی عدالت میں مرزا غلام احمد پر یہ مقدمہ دائر ہوا کہ انہوں نے عبدالحمید نامی اپنے ایک مرید کو ڈاکٹر ہنری کلارک (ڈاکٹر کلارک ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد اور ایک عیسائی پادری عبداللہ آتھم کے درمیان مناظرے میں عیسائیوں کی جانب سے صدر مجلس تھے۔ اس مناظرے میں مرزا نے شکست کھانے کے بعد آتھم کے مرنے کی پیشگوئی کردی مگر خدا کی قدرت کہ وہ پیشگوئی میں متعین کئے گئے وقت پر نہ مرا تو مرزاجی نے اپنی خفت مٹانے کے لئے آتھم اور ڈاکٹر کلارک دونوں کے خلاف اپنے مریدوں کو قتل کے لئے بھڑکایا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ مگر اس میں بھی ناکام رہا۔ حاکم نے اپنے جملہ "مرزا صاحب کو ذمہ دار ہونا چاہئے کہ یہ تحریرات ان کے مریدان پر کیا اثر رکھیں گی" میں اسی جانب اشارہ کیا ہے) کے قتل پر اکسایا۔ پکڑے جانے پر عبدالحمید نے پہلے امرتسر کے مجسٹریٹ کے سامنے اس کے بعد ڈگلس صاحب کی عدالت میں اس کا اعتراف بھی کرلیا اور اس کی تائید میں پانچ گواہ بھی گزرے۔

ڈاکٹر کلارک نے اقدام قتل کی سازش کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کی چال چلن اور اس کی بدزبانی اور بدکلامی پر بھی وافر مقدار میں ثبوت عدالت کو فراہم کئے تھے اور بقول مرزا صاحب ان پر "نہایت شرمناک حملہ کیا تھا۔" (مجموعہ اشتہارات:۵۴۸، ج:۲)

مسٹر ڈگلس نے مرزا پر فوجداری کے تحت چل رہے اس مقدمے کی سماعت کے بعد قتل کی سازش کے سلسلے میں مرزا کو پاک دامن تو نہیں بتایا، البتہ قانونی طور پر شہادت ناکافی ہونے کی بنیاد پر مقدمہ خارج کردیا، لیکن مرزا قادیانی کو اس کی بدزبانی پر وافر مقدار میں ثبوت مہیا ہونے کی وجہ سے اپنے حکم نامے میں جو سخت تنبیہ کی ہے وہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیے اور جو لوگ علماء پر قادیانیت کے تئیں تلخ کلامی کا الزام لگاتے ہیں، ان کے حق وانصاف کی داد دیجئے کہ وہ اب بھی مرزا کو دھرم گرو اور مرزائی فتنہ کو مذہب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مسٹر ڈگلس اپنے فیصلے میں لکھتے ہیں:

"مرزا غلام احمد قادیانی کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ.... جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ "فتنہ انگیز" ہیں.... اُن کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے اور مرزا صاحب کو ذمہ دار ہونا چاہئے کہ یہ تحریرات اُن کے مریدان پر کیا اثر رکھیں گی، پس مرزا صاحب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں، ورنہ بحیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنی پڑے گی۔"

دستخط صاحب مجسٹریٹ،

دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود ۲۳ راگست ۱۸۹۷ء

(تازیانہ عبرت، مصنفہ مولانا کرم الدین دبیر، ص:۷۹)

مسٹر ڈگلس کی زبان سرکاری، قانونی اور کورٹ کچہری کی زبان ہے۔ علماء نے اسی بات کو مذہبی اور شرعی زبان میں یوں کہا کہ مرزا غلام احمد اپنے کیریکٹر اور کردار کے آئینے میں ایک شریف انسان بھی کہلانے کا مستحق نہیں، لہٰذا مجددیت، مہدویت، مسیحیت اور نبوت وغیرہ جن مقدس اور بلند وبالا مقام ومناصب کا وہ دعویدار ہے اُن میں جھوٹا ہونے کے سبب وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

مسٹر ڈگلس کی قانونی زبان اور علماء کی مذہبی زبان میں اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں کہ ڈگلس صاحب نے ملکی

سطح پر امن عامہ اور اصول زندگی میں خلل محسوس کر کے قانونی نقطۂ نگاہ سے مرزا قادیانی کو جھوٹا اور کافر قرار دیا، پھر یہ لفظ ''جھوٹا اور کافر'' تلخ کلامی میں کیونکر داخل مانا جاسکتا ہے؟ کیا جدید تہذیب وثقافت کے دلدادہ لوگوں کے نزدیک ''فتنہ انگیز'' اور اشتعال پیدا کرنے والے کو مذہبی رہنما اور خدائی مامور مانا جاسکتا ہے؟

۲:... ۲۴رفروری ۱۸۹۸ء:

گمنامی کی ایک طویل زندگی گزارنے کے بعد مرزا قادیانی نے جب یکا یک اشتعال انگیز اشتہارات اور مذہبی مناظرہ بازی کے ذریعہ سے شہرت حاصل کی تو ہر عام وخاص کی نظر مرزا کے اخلاقی حالات پر بھی پڑنے لگی، مگر لوگوں نے دیکھا یہ کہ مہدویت اور مسیحیت کی آڑ میں مرزا جی کی دعویٰ پارسائی ان کے اخلاق وکیریکٹر سے قطعی طور پر میل نہیں کھاتی۔

بادۂ عصیاں سے دامن تر بتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دو عالم ہم سے ہے

مرزا قادیانی کے دعاوی اور ان کی عملی زندگی میں تضاد کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص اس فتنہ انگیزی اور مذہبی تخریب کاری کے خلاف انصاف کی تلاش میں حکام بالا تک پہنچنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ مگر مرزا چونکہ اپنی زندگی کے تضادات رفع کرنے پر قادر نہ تھا۔ اس لئے اس بات سے بے انتہا خائف رہتا تھا۔ ادھر انگریزی حکام کی بھی سخت ہدایت تھی کہ اسے جو کچھ کرنا ہے مناسب انداز میں کرے تاکہ امن عامہ کے اصول کی خلاف ورزی نہ ہو۔ چنانچہ مرزا نے بڑی چالاکی سے انگریزوں کے بڑے بڑے حکام اور ان کے ماتحت آفیسروں کو بھی پیشگی اپنے حق میں ہموار کرنے کی چال بچھائی اور حفظ ماتقدم کے طور پر اپنی صفائی جتانے کے لئے ایک مفروضہ قائم کیا کہ لوگ ہماری شکایت کرتے ہیں اور خود ہی ایک لمبی چوڑی درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں لے کر حاضر ہوگیا تاکہ سرکار اپنی عنایت اور مہربانی کچھ بڑھاوے، مگر ہوا یہ کہ یہی درخواست اس کے پاؤں کی زنجیر اور گلے کی ہڈی بن گئی اور آج تک مرزا ''لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا'' کا مصداق بنا ہوا ہے۔ مرزا نے درخواست کی پانچویں شق میں لکھا ہے:

''یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار...... اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق وتوجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی...... مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔'' راقم خاکسار میرزا غلام احمد

از قادیان ضلع گورداسپور

۲۴رفروری ۱۸۹۸ء

(مجموعہ اشتہارات ص:۲۱، ج:۳)

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

فیصل

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

معجونِ قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	بادیگر موتھ	مغز بندق	آرو خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	بج	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اکر	لاچی خورد	بیج کاکونچ	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	مائیں	لاچی کلاں	بیج عشق پیچاں	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	بیر بہوٹے	زنجبیل	ماجو	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رب کتوری	بہمن سفید	گوند کتیرا	

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لئے مفید ہے

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر ومعدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے

وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب گل	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جو ہر مرجان	مغز تربوز
گل ڈی	لاچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

فیصل FOODS ستارہ لائبریری کے گراؤنڈ سپلائرز کالونی فیصل آباد

قادیانیت کے خلاف امتِ مسلمہ کے فتاویٰ جات کا مجموعہ

فتاویٰ ختمِ نبوت

۳ جلدیں

تحقیق وتخریج شدہ جدید ایڈیشن

ترتیب: ۔حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

زیرِ نگرانی: ۔مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ

تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام ومفتیانِ عظام کے وہ فتاویٰ جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے متعلق دیئے ہیں تحقیق وتخریج کے بعد انہیں یکجا شائع کیا گیا ہے۔

- ختمِ نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات ومبلغین کے لئے معین ومددگار
- لائبریریوں اور دارالافتاؤں کے لئے بیش بہا علمی خزانہ
- عمدہ کاغذ، جاذبِ نظر سرورق
- علماء وطلباء اور کارکنانِ ختمِ نبوت کے لئے خصوصی رعایت

صرف =/1000 روپے علاوہ ڈاک خرچ

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی ۱۸ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن، کراچی
021-34130020, 0321-2115595, 0321-2115590

شائع کردہ: عالمی مجلسِ تحفظ ختمِ نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ۔ کراچی
021-32780337, 021-34234476